ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

17

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

11 تا 17 شوال المکرم 1444ھ / 2 تا 8 مئی 2023ء

قرآن ایک آئینہ

﴿لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکُمۡ کِتٰبًا فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰﴾﴾ (الانبیاء)

''ہم نے تمہاری طرف ایک ایسی کتاب نازل کی ہے، جس میں تمہارا اپنا ذکر موجود ہے، تو تم غور کیوں نہیں کرتے۔''

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ قرآن ایک صاف، شفاف، سچا، وفادار اور دیانت دار ''آئینہ'' ہے، جس میں ہر شخص اپنے خدوخال دیکھ سکتا ہے، معاشرہ میں اپنا مقام پہچان سکتا ہے اور اللہ کے نزدیک یہ اپنا مرتبہ معلوم کر سکتا ہے، کیونکہ قرآن انسانوں کے اخلاق وصفات بیان کرتا ہے، اور اس میں انسانیت کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر طرح کے نمونے کی تصویریں موجود ہیں۔

''فِیۡہِ ذِکۡرُکُمۡ'' یعنی اس کتاب میں تمہارا اپنا بیان ہے، تمہارے حالات و اوصاف مذکور ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف قرآن کو ایک زندہ، بولنے والی اور زندگی سے لبریز کتاب تصور کرتے تھے، ان کے نزدیک قرآن کوئی تاریخی اور آثار قدیمہ کی چیز نہیں تھی، جو صرف ماضی اور اگلے وقتوں کے لوگوں سے بحث کرتی ہو اور جس کا لوگوں سے بدلتی ہوئی انسانی زندگی اور انسانیت کے ان بے شمار و لامحدود نمونوں سے، جو ہر زمان و مکان میں موجود رہتے ہیں کوئی تعلق نہ ہو۔

ہمارے اسلاف اپنے اخلاق و اوصاف اور اپنے اندرون کو بخوبی جانتے تھے، ہر چیز ان کے سامنے روشن اور عیاں تھی۔ وہ اسی قرآن سے رہنمائی حاصل کرتے تھے، اسی عجیب کتاب میں اپنا چہرہ ڈھونڈتے اور اپنے اخلاق و اطوار کی سچی اور صحیح تصویر تلاش کرتے تھے اور بہت آسانی سے خود کو اس کتاب میں پا جاتے تھے اور پہچان لیتے تھے، اگر ذکرِ خیر ہوتا تو اللہ کا شکر ادا کرتے اور کچھ اور ہوتا تو استغفار کرتے اور اپنی اصلاح کی کوشش کرتے تھے۔

''دریائے کابل سے دریائے یرموک تک''
سید ابوالحسن علی ندوی

اس شمارے میں

جمہوریت کی تائید کیوں؟

رمضان، قرآن اور پاکستان

امیر سے ملاقات (14)

رمضان المبارک کے بعد بھی نیکیاں جاری رہنی چاہئیں

رشتہ داروں کے حقوق

پنہاں ہیں جو اسرار خدا دیکھ رہا ہے!

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساجدین میں تقلب

سُورۃُ الشُّعَرَاء — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 218 تا 220

الَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ﴿۲۱۹﴾
اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۲۲۰﴾

آیت: ۲۱۸ ﴿الَّذِیۡ یَرٰىکَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ﴿۲۱۸﴾﴾ ’’جو دیکھتا ہے آپؐ کو جب آپؐ کھڑے ہوتے ہیں۔‘‘

اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تہجد کے لیے کھڑے ہونا مراد ہے۔ واضح رہے کہ تہجد کا حکم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بالکل ابتدائی دور میں ہی دے دیا گیا تھا: ﴿یٰۤاَیُّہَا الۡمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا ۙ﴿۲﴾﴾ (المزمل) ’’اے چادر میں لپٹنے والے! قیام کیجیے رات میں مگر تھوڑا‘‘۔ تو گویا یہاں اسی حوالے سے فرمایا جا رہا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب آپ تہجد کے لیے ہمارے حضور کھڑے ہوتے ہیں تو اس وقت ہم آپ کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہم بے شک آپ کی نظروں سے پوشیدہ ہیں مگر آپ ہماری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہیں: ﴿لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ ۫ وَ ہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَ ہُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۱۰۳﴾﴾ (الانعام) ’’اُسے نگاہیں نہیں پا سکتیں جبکہ وہ تمہاری نگاہوں کو پا لیتا ہے‘ اور وہ لطیف بھی ہے اور ہر چیز سے باخبر بھی۔‘‘

آیت: ۲۱۹ ﴿وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ﴿۲۱۹﴾﴾ ’’اور (وہ دیکھتا ہے) آپؐ کے آنے جانے کو سجدہ کرنے والوں میں۔‘‘

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ آپؐ تہجد کی نماز پڑھنے والے مسلمانوں کے گھروں کے پاس سے رات کو گزرتے اور ان کو دیکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی معمول کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے۔

آیت: ۲۲۰ ﴿اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۲۲۰﴾﴾ ’’یقیناً وہ سب کچھ سننے والا‘ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔‘‘

درس حدیث

شوال کے چھ روزے

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ’’جس نے رمضان کے روزے رکھ کر اس کے پیچھے شوال کے چھ روزے رکھ لیے‘ تو گویا اس نے سال بھر کے روزے رکھ لیے!‘‘

تشریح: اس کا حساب یوں سمجھئے کہ تیس روزے آپ نے رمضان کے رکھے اور چھ شوال میں رکھے‘ کل 36 روزے ہو گئے ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے۔ اس حساب سے 36 کا دس گنا 360 ہو گیا‘ سال بھر میں 5 دن کے روزے حرام ہیں‘ یعنی یکم شوال اور 10 تا 13 ذوالحجہ۔ عیسوی سال کے کل 365 دن ہوتے ہیں۔ یہ پانچ نکال دیں تو سال کے دن 360 ہوئے۔ پس جس نے یہ روزے رکھ لیے گویا اس نے پورا سال روزے رکھے۔ شوال کے یہ روزے آپ لگاتار بھی رکھ سکتے ہیں‘ اور ایک ایک دو دو کر کے بھی مگر شوال کے مہینے میں رکھنے ضروری ہیں۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

11 تا 17 شوال 1444ھ جلد 32
2 تا 8 مئی 2023ء شمارہ 17

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دار الاسلام'' ملتان روڈ چونگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: (042) 35473375-78
E-Mall:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک .... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (14300 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (10800 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ
حافظ عاکف سعید
(سابق امیر تنظیم اسلامی)

جمہوریت کی تائید کیوں؟

نوٹ: یہ مضمون اوآخر اگست 1990ء میں (بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دورِ امارت کے دوران) رفقاء تنظیم اسلامی لاہور کے ایک مقامی اجتماع میں حافظ عاکف سعید صاحب حفظہ اللہ (سابق امیر تنظیم اسلامی) نے پڑھا۔ اسے ماہ اکتوبر 1990ء کے میثاق میں شائع کیا گیا۔ موجودہ ملکی حالات کے پس منظر میں اس تحریر کی قندِ مکرر کے طور پر اشاعت قارئین کے لیے بہت مفید رہے گی۔ (ادارہ)

رفقاء محترم! آج کے اس اجتماع میں جو موضوع مجھے دیا گیا وہ ہے تنظیم اسلامی اور جمہوریت۔ اور اس موضوع سے مقصود جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں موجود اشکال کو دور کرنے کی کوشش کی جائے کہ تنظیم اسلامی ایک جانب تو خود کو ایک انقلابی تنظیم قرار دیتی ہے لیکن دوسری جانب جمہوریت کی انتہائی شد و مد کے ساتھ وکالت اسی پلیٹ فارم سے ہوتی ہے۔ آخر ہم پاکستان کے لئے جمہوریت کو لازمی و ضروری کیوں قرار دیتے ہیں!!

اس ضمن میں سب سے پہلی بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ جمہوریت اسلام سے متصادم ہرگز نہیں ہے۔ بالخصوص ''جمہوریت بمقابلہ اسلام'' کا نعرہ محض کم علمی اور کوتاہی پر مبنی ہے!

دیکھئے! جمہوریت کی روح کیا ہے؟ کیا یہی نہیں کہ ایک خطۂ زمین میں رہنے والوں کو یہ حق ملنا چاہئے کہ اس خطے کے اجتماعی معاملات ان کے باہم مشورے اور اکثریت کی رائے کے مطابق طے ہوں۔ کوئی فردِ واحد سیاہ و سفید کا مالک نہ بن بیٹھے۔ ملک کی تقدیر کا مالک کوئی ایک شخص نہ ہو بلکہ وہاں کے رہنے والوں کی رائے اور مرضی کو بھی وہاں کے معاملات میں حق حاصل ہو۔۔۔۔۔۔ یہ ہے جمہوریت کی روح جو اسلام سے ہرگز متصادم نہیں ہے۔ ''اَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ'' کے قرآنی حکم کے منشا سے بہت قریب ہے۔ مادر پدر آزاد جمہوریت جس میں عوام یا عوامی نمائندوں کے اختیار پر کہیں کوئی حد بندی نہ ہو، قانون سازی کا کُل اختیار عوامی نمائندوں کو حاصل ہو، دین و شریعت کی بالادستی کا کہیں کوئی حوالہ نہ ہو، بلاشبہ دین سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ یہ درحقیقت مغرب کا تصورِ جمہوریت ہے۔ وہ چونکہ عیسائی دنیا ہے، وہاں شریعت و قانون کو مذہب کے دائرے سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ (موجودہ شکل میں موجود تحریف شدہ) انجیل میں سرے سے شریعت ہے ہی نہیں، لہٰذا وہاں قانون سازی کا اختیار حاکمِ وقت کو ہوتا ہے۔ اگر کہیں بادشاہت کا نظام برقرار ہے تو بادشاہ کا قانون نافذ ہو گا، کہیں کوئی آمرِ مطلق مسلط ہے تو وہ اپنی مرضی کے قانون بنوائے گا اور اگر جمہور یعنی عوام کی حاکمیت ہوگی تو قانون سازی کا تمام اختیار عوام کو حاصل ہوگا۔۔۔۔۔ جبکہ ہم مسلمان چونکہ مدعی ہیں کہ ہمارے پاس اللہ کی عطا کردہ شریعت موجود ہے اور یہ کہ ہمارا دین ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر معاملے میں ہمیں رہنمائی دیتا ہے لہٰذا ایک اسلامی ریاست میں لامحالہ شریعت کو بالادستی حاصل ہوگی۔ اگر ملوکیت اور بادشاہت کا دور ہے

تو بادشاہ وقت حدود و تعزیرات کے مکمل نظام کو نافذ کرنے کا پابند ہوگا اور اگر سلطانی جمہور کا زمانہ ہے تو بھی یہ حد بندی برقرار رہے گی کہ قرآن و سنت کی معین کردہ حدود کے دائرے کے اندر اندر تمام اجتماعی معاملات قرآنی حکم "اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ" کے مطابق طے ہوں گے۔ ملکی نظم و نسق کو چلانے کے لئے عوام اپنی آزاد مرضی سے اپنے نمائندوں کا چناؤ کریں گے اور وہ عوامی نمائندے مل جل کر اجتماعی معاملات کو چلائیں گے۔ قانون و شریعت کی تنفیذ کا عمل بھی اسی Institution کے واسطے سے ہوگا۔

اس پس منظر میں آپ غور کریں تو صاف نظر آئے گا کہ جمہوریت اپنے مزاج کے اعتبار سے ہرگز اسلام سے متصادم نہیں بلکہ اسلام کے عطا کردہ سیاسی نظام سے قریب ترین ہے۔ "اَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ" کا تقاضا جتنا کچھ اس میں پورا ہوسکتا ہے ملوکیت یا آمریت میں اس کا عشر عشیر بھی ممکن نہیں!

دور خلافت راشدہ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ اس دور میں جبکہ ہر طرف ملوکیت کا دور دورہ تھا اور دنیا جمہوری اقدار سے ناآشنا تھی، نبی اکرم ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا اس میں جمہوری اقدار کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ ؐ صراحتاً کسی کو اپنا نائب منتخب کیے بغیر اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ آپ کو اپنے صحابہؓ پر اعتماد تھا کہ وہ باہم مشورے سے اپنے میں سے کسی ایسے فرد کا بطور امیر انتخاب کرلیں گے جو منصب خلافت کا اہل ہو۔ دور خلافت راشدہ میں اگرچہ ملکی معاملات میں حتمی فیصلے کا اختیار خلیفۃ المسلمین کو تھا لیکن خلیفہ کی رہنمائی کرنے والی اور اس کے فیصلوں پر تنقیدی نگاہ رکھنے والی ایک شوریٰ بھی وہاں موجود تھی۔ اس مجلس میں شریک افراد کی اصابت رائے اور فقاہت پر سب کو اعتماد ہوتا تھا۔ ان کی حیثیت گویا مسلم عوام کے نمائندوں کی ہوتی تھی اور اہم معاملات میں امیر مشورے کے لئے ان سے رجوع کیا کرتا تھا۔ اس دور میں جمہوریت کا اس طرح کا کوئی تصور ممکن نہ تھا!

یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے اگرچہ اپنے مزاحیہ کلام میں جمہوریت پر طنز بھی کیا ہے خاص طور پر انتخابی سیاست کا جو انداز مغربی ممالک میں اختیار کیا جاتا ہے اس کے مفاسد پر چست کی ہیں کہ ؎

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن، ممبری، کونسل، صدارت
بنائے ہیں خوب آزادی نے پھندے

یہ شعر بھی بہت مشہور ہے ؎

گریز از طرز جمہوری غلامے پختہ کارے شو
کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید

اپنے سنجیدہ کلام میں اور اپنے خطابات (تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ) میں وہ جمہوریت کی افادیت اور جمہوری نظام کی ضرورت و اہمیت کو پوری طرح اجاگر کرتے ہیں۔ وہ برملا اعلان کرتے ہیں کہ یہ دور "سلطانی جمہور" کا دور ہے۔ اس میں کوئی اور نظام نہیں چل سکتا۔ وقت کے اس تیز رفتار دھارے کے سامنے تمام قدیمی نظام ریت کی دیوار ثابت ہوں گے۔ حالانکہ اقبال کے وقت میں جمہوریت کو عملاً اس درجے فروغ حاصل نہیں تھا۔ وہ ایک مقبول نظریئے کے طور پر ضرور متعارف تھی لیکن بالفعل جمہوری نظام دنیا کے بہت ہی کم حصے پر رائج و نافذ ہوا تھا۔ تاہم اقبال کو روحِ عصر کے پہنچانے میں کوئی دیر نہیں لگی۔ وقت کے تقاضے اور تاریخ کے رخ کو انہوں نے اسی وقت بھانپ لیا تھا بلکہ وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ جمہوریت اپنی روح کے اعتبار سے اسلام کے عطا کردہ سیاسی نظام سے بہت قریب ہے۔ چنانچہ اپنے خطبات میں انہوں نے اپنے اس موقف کو وضاحت سے بیان کیا ہے کہ اسلامی دنیا کے لئے جمہوریت کوئی نئی شے نہیں ہے۔ مسلمانوں نے تو چودہ سال قبل جمہوری نظام کی جھلک دنیا کو دکھادی تھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جمہوریت اپنی اصل کے اعتبار سے اسلام کے ساتھ متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہے۔

اب ہم اس بحث کے دوسرے اور حساس تر گوشے کی طرف آتے ہیں کہ ایک جانب ہم انقلاب کی بات کرتے ہیں اور ایک اسلامی انقلابی جماعت کی تشکیل کے لئے کوشاں ہیں لیکن دوسری جانب جمہوریت اور جمہوری عمل کی اہمیت پر سب سے زیادہ تاکیدی انداز بھی ہماری ہی طرف سے اختیار کیا جاتا ہے۔ آخر کیوں؟

اس کے جواب میں یہ بات آپ نے بارہا بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے سنی ہوگی کہ اس ملک کا استحکام اگرچہ اسلام اور حقیقی اسلامی انقلاب کے ساتھ وابستہ ہے لیکن اس کی سالمیت اور اس کی بقا کا دار و مدار جمہوریت پر ہے۔۔۔۔۔۔ سادہ الفاظ میں اسے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس ملک میں اسلام اگر اپنی صحیح روح کے ساتھ نہ آیا اور حقیقی معنوں میں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کا نفاذ اگر یہاں نہ ہوا تو یہ ملک نہ صرف یہ کہ ہمیشہ غیر مستحکم اور متزلزل رہے گا بلکہ اس کے لئے وجہ جواز ہی باقی نہ رہے گا۔ اس کے داخلی استحکام اور اس کی دیرپا بقا کا معاملہ صرف اور صرف اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ لیکن اگر یہاں جمہوریت نہیں ہوگی سرے سے ملک کا وجود ہی برقرار نہیں رہ سکے گا۔ اور اس ملک کے مزید حصے بخرے ہوتے دیر نہیں لگے گی۔

یہ موقف محض وقیاس کی بنیاد پر قائم نہیں کیا گیا بلکہ اس کی پشت پر بڑے مضبوط دلائل موجود ہیں:

(۱) پہلی بات یہ کہ اگرچہ یہ بات اپنی جگہ مبنی برحقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت

ہے کہ ملک جمہوری عمل (Democratic Process) کے ذریعے حاصل کیا گیا تھا۔ اسی بات کو بانی تنظیم اسلامی بیان فرماتے ہیں کہ پاکستان کی ولادت جمہوری Process کے ذریعے ہوئی۔ گویا پاکستان کا باپ اگر اسلام کو قرار دیا جائے تو اس کی ماں جمہوریت قرار پائے گی۔ پاکستان کی پیدائش میں جمہوریت کا جو حصہ ہے اسے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا!

(۲) دوسرے یہ کہ یہاں کے مخصوص داخلی حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ یہاں جمہوری عمل بہرصورت جاری رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ امرواقعہ ہے کہ پاکستان میں کوئی ایک نسل یا ایک ہی زبان بولنے والے آباد نہیں ہیں اور یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ پاکستانی قوم علاقے اور زبان کی بنیاد پر تقسیم ہو چکی ہے۔

جب تک اس ملک کے ہر علاقے کے لوگ یہ محسوس نہ کریں کہ کسی ایک ہی علاقے کے لوگ ملکی معاملات کے اجارہ دار نہیں بلکہ ملکی معاملات میں ان کی رائے کو بھی دخل ہے اس وقت تک اس ملک کی سالمیت شدید خطرے سے دوچار رہے گی۔ مختلف نسلوں اور علاقوں کے لوگوں کا یہ Sense of Participation اس ملک کی ترقی کے لیے ناگزیر ہے!

تیسرے یہ کہ وقت کا دھارا جس رخ بہہ رہا ہے اسے کسی صورت اب تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ نوعِ انسانی اپنے عہدِ طفولیت سے نکل کر پختگی اور بلوغت کے دور میں داخل ہو چکی ہے۔ اپنے سیاسی حقوق کا شعور مزدوروں اور کسانوں کی سطح تک بیدار ہو چکا ہے۔ اسے کسی طور دبانا اب ممکن نہ ہوگا۔ بقول اقبال سلطانی جمہور کے زمانے کا آغاز ہو چکا ہے' اب چار و ناچار اسی رخ پر آگے بڑھنا ہوگا۔

کسی بھی زاویہ نگاہ سے جائزہ لے لیا جائے نتیجہ یہی نکلے گا کہ پاکستان کی بقا اور سالمیت اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ مارشل لاء و مطلق العنان آمریت دونوں اس ملک کے لئے زہر قاتل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہ وہ بات ہے جس کا اقرار نہ صرف تمام سیاست دان کرتے ہیں بلکہ ملک کے تمام ہوش مند لوگ بھی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ ہاں اگر آنکھوں پر ذاتی مفادات کی پٹی بندھی ہو یا کسی ایک جماعت کی دشمنی میں کوئی ہوش وحواس کھو چکا ہو تو اس کا معاملہ مختلف ہوگا۔ بصورت دیگر ہر باشعور پاکستانی یہ ماننے پر مجبور ہے کہ پاکستان کی سالمیت کے لیے جمہوریت ناگزیر ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ ایک انقلابی جماعت کے سربرآوردہ لوگوں کا ہاتھ اگر حالات کی نبض پر نہ ہو اور وہ روحِ عصر اور وقت کے تقاضوں کا شعور نہ رکھتے ہوں تو ملک میں بسنے والے ہوش مند اور باشعور لوگ اس جماعت اور اس کے انقلابی پروگرام کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ جیسے کہ ہمارے پڑھے لکھے طبقات میں یہ خیال عام ہے کہ دینی مدارس سے فراغت یافتہ لوگ جنہوں نے جدید علوم کا مطالعہ نہیں کیا' آج سے صدیوں پرانے دور میں رہ رہے ہیں۔ الا ماشاءاللہ۔ یہی سوءِ ظن ان کا اس انقلابی جماعت کے بارے میں ہوگا۔ لیکن اگر معلوم ہو کہ اس جماعت کی قیادت کرنے والے وقت کے تقاضوں سے کماحقہٗ واقف اور اسلام کے حرکی تصور سے آگاہ ہیں تو وہ اس انقلابی جماعت اور اس کے پیغام پر کان دھرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر صحیح انداز میں ان کے سامنے بات رکھی جائے تو وہ اس دعوت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ انقلاب کے نقطۂ نگاہ سے یہ بات بہت اہم ہے۔ اس لئے کہ پڑھے لکھے طبقات جنہیں ہم Intellectuals کہتے ہیں درحقیقت معاشرے کی قیادت کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ ان کی سوچ کو بدلے بغیر اور انہیں قرآن کی تلوار سے گھائل کئے بغیر کوئی ہمہ گیر تبدیلی لانا بعید از قیاس ہے۔

ہمارے لئے جمہوریت کی تائید کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس خطے میں ہم انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں اور جسے ایک مثالی اسلامی ریاست بنانے کے خواہش مند ہیں' وہ خطہ اگر اپنی آزاد حیثیت کھو دے یا ٹکڑوں میں منقسم ہو کر عملاً کالعدم ہو جائے تو اسلامی انقلاب برپا کرنے کا موقع ہمیں حاصل نہیں رہے گا۔ وہ شاخ ہی باقی نہ رہے گی جس پر ہم آشیانہ تعمیر کرنے چلے ہیں:

کہ برگ و خس بیاوردیم و شاخ آشیاں گم شد

اس بات کو سمجھنے کے لئے ہندوستان کے مسلمانوں کا معاملہ ذہن میں لایئے۔ وہ شدید خواہش رکھنے کے باوجود وہاں اسلامی نظام کی تحریک نہیں چلا سکتے جبکہ ہمیں یہ سہولت حاصل ہے کہ ہم ایک آزاد مسلمان ریاست کے شہری ہیں اور اس میں اسلامی انقلاب کی تحریک برپا کرنے کا موقع ہمیں حاصل ہے۔۔۔ چنانچہ اس خطہ زمین کا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اس کے مستقبل اور اس کی سالمیت کے بارے میں غوروفکر کریں اور اس کی بقا اور استحکام کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی سی سعی کریں!

ایک اور پہلو سے غور کیجئے! ہجرت مدینہ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے جو فوری اقدامات فرمائے ان میں یہودیوں کو معاہدوں میں جکڑ لینا بھی انتہائی اہم قدم تھا۔ غور کرنے سے آپ ﷺ کے اس اقدام کی یہ مصلحت سمجھ آتی ہے کہ ہجرت کے نتیجے میں جو خطۂ زمین مسلمانوں کو حاصل ہوا تھا اور جسے عالمی غلبۂ دین کے لئے اساس بننا تھا' درحقیقت اس کی حفاظت مقصود تھی۔ اندیشہ تھا کہ یہود مسلمانوں کو یہاں سے بے دخل کرنے کے لئے ہرممکن سازش کریں گے۔ اس اعتبار سے ہر اس خطہ زمین کی حفاظت اور سالمیت کے لئے تدابیر اختیار کرنا جہاں دینِ حق کے غلبے کے لئے کام کا موقع حاصل ہو' نہ صرف یہ کہ بہت ضروری ہے بلکہ غلبۂ دین کی جدوجہد میں ایک جزو لازم کی حیثیت رکھتا ہے۔

رمضان، قرآن اور پاکستان

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رمضان المبارک کی 27ویں شب کے خصوصی خطاب کی تلخیص

27رمضان المبارک وہ مبارک شب ہے جس کے بارے میں غالب امکان ہے کہ یہ شب قدر ہے۔ہم جانتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے ماہ رمضان کی اسی مبارک شب میں قرآن نازل فرمایا اور رمضان مبارک کی اسی مبارک شب کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مشیت کے مطابق ہمیں یہ مملکت خداداد پاکستان عطا فرمائی تھی۔ تحریک پاکستان کا سب سے مقبول نعرہ تھا'' پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ''۔یعنی پاکستان کا نظریہ کلمہ مبارک تھا جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ خطہ زمین عطا فرمایا۔جس کے بارے میں بلا مبالغہ اور بلا شک وشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مملکت خداداد ہے۔ایک طرف انگریز کی حاکمیت اور دوسری طرف ہندو کی اکثریت بحیثیت قوم مسلمانوں کے وجود کے لیے خطرہ تھی اور مسلمان اندیشوں کا شکار تھے۔اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس خوف اور خطرے سے نجات عطا فرمائی اور ہم نے اللہ کی مدد اور مشیت سے اسلام کے نام پر ملک حاصل کر لیا۔اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہاں وعدے کے مطابق اسلام کو نافذ کیا جاتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ﴾(الحج:41)''وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ ادا کریں گے اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔''

ہمیں اللہ نے قرآن حکیم عطا فرمایا جو اپنا نفاذ چاہتا ہے۔اللہ فرماتا ہے:

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ (المائدہ)''اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔''

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو احکام نازل فرمائے ان کو جو نافذ نہیں کرتے عملاً وہ کفر کی روش پر ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ قیام پاکستان کے بعد ہم ان احکامات کے نفاذ کی طرف بڑھتے۔ 1949ء میں قرارداد مقاصد سے ایک سمت متعین ہوئی۔ پھر تمام دینی جماعتوں کے چوٹی کے 31 علماء نے نفاذ اسلام کے لیے 22 نکات پر مشتمل متفقہ لائحہ عمل بھی دے دیا۔اگر اس کے مطابق شریعت کا نفاذ ہوتا ہے تو تمام مکاتب فکر کے علماء کا متفقہ فیصلہ تھا کہ وہ اس پر راضی ہوں گے۔لیکن ہوا یہ کہ اس کے بعد ہمارا ریورس گیئر لگا اور شریعت کا نفاذ ہماری ترجیحات میں شامل نہ رہا۔نہ حکمران اور نہ ہی عوام کی کوشش رہی کہ شریعت کے نفاذ کی طرف پیش قدمی ہو۔ کچھ انفرادی کوششیں ہوئیں جو اپنی جگہ بڑی مبارک ہیں لیکن اجتماعی سطح پر اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کی طرف پیش قدمی نہ ہو سکی۔نوٹ کیجیے گا یہی سب سے بڑا ہمارا مسئلہ ہے۔

آج ملک کے جتنے مسائل ہیں ان سب کی جڑ اور بنیاد یہ ہے کہ ہم نے اللہ سے کیے گئے وعدوں کو پورا نہیں کیا۔آج ہمارا اجتماعی معاملہ یہ ہے کہ اسلام کے عادلانہ نظام پر عمل تو دور کی بات ہے ہم تو بنیادی اسلامی اخلاقیات سے بھی تہی دامن ہو چکے ہیں۔نفاق کی علامات جھوٹ، خیانت، وعدہ خلافی، گالم گلوچ وغیرہ ہمارے ہاں عام ہو چکی ہیں۔ اناللہ و انا الیہ راجعون! ہمارے سیاستدانوں (الا ماشاء اللہ) اور بعض مذہبی سیاسی راہنماؤں کی گفتگو انسانی اخلاقیات سے بھی بالکل عاری دکھائی دیتی ہے۔ قومی سطح پر ہماری اخلاقیات کا جنازہ نکل چکا ہے۔ 75 برس کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ ساری سر پھٹول اور جنگ کرسی اور اقتدار کے لیے رہی۔سیاستدان ہمیشہ اس کے لیے باہم دست وگریباں رہے۔اب اس کے لیے ذاتی دشمنی اور عناد کا معاملہ بن چکا ہے۔ساری جدوجہد اسی کے لیے ہے جبکہ دوسری طرف قوم دین سے دور ہوتی جا رہی ہے۔اس کی کسی کو کوئی فکر نہیں ہے۔اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ملکی سالمیت کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ہمیں قوم بنانے والا واحد نظریہ اسلام تھا، اس نظریہ کی بنیاد پر ملک وجود میں آیا تھا اور اس کا استحکام بھی اسی نظریہ کے نفاذ پر منحصر تھا لیکن 75 سال گزر گئے، ملٹری والوں کی حکومتیں بھی آئیں، جمہوریت کے دعویدار سیاستدانوں کی حکومتیں بھی لیکن نظریہ پاکستان کے نفاذ کی طرف کسی نے پیش رفت نہیں کی۔ سود جو اللہ اور رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے اس کے خاتمے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اسی طرح معیشت کا بھٹہ بیٹھا ہوا ہے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔کسمپرسی کا عالم یہ ہے کہ حکومتی اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ ایک بچہ جو پاکستان میں پیدا ہوگا وہ سوا دو لاکھ روپے سے زیادہ کا مقروض پیدا ہوگا۔

ہمیں نام نہاد جمہوریت کے بڑے حسین خواب دکھائے گئے۔''عوام کی حکومت، عوام کے لیے اور عوام کے ذریعے'' جیسے سلوگن پڑھائے گئے۔ سیاستدانوں کے پیچھے ان کے ورکرز جانیں تک دیتے ہیں لیکن نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ وہی سامراجی نظام اور استعمار کے کٹھ پتلی حکمران ہر دفعہ ہم پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ایسا لگتا ہے کہ تمام پالیسیاں اور انسٹرکشنز کہیں اور سے آتی ہیں۔شریعت کے نفاذ کا معاملہ تو دور کی بات ہے اب تو علی الاعلان شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کا معاملہ ہو رہا ہے۔لگتا ہے کہ سامراج کے کٹھ پتلی حکمران ہم پر مسلط کیے جاتے ہیں اور وہ انہی کو راضی رکھنے میں دن رات ایک کیے دیتے ہیں جو سیاسی کارکن جانیں دیتا ہے اس کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں ہے کہ جو ہم پر مسلط ہوئے اس لیے مسلط ہوئے کہ سود کے دھندوں میں مبتلا کریں اور عالمی ساہوکاروں کے قرضوں کے چنگل میں گرفتار کر کے ملکی معیشت کا ستیاناس کریں اور اس ملک کے اندر خلاف شریعت قوانین پاس کیے جائیں۔ یہاں پر خاندانی نظام بالکل سٹیک پر آجائے۔ عورت کو نیم برہنہ کر کے دکھایا جائے، حیا کا دامن تار تار کر دیا جائے۔ٹرانس جینڈر ایکٹ کے نام پر ہم جنس پرستی کے راستے کو کھولا جائے۔آخر یہ سب کچھ کیوں ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ نام نہاد جمہوریت ہم پر مسلط ہے لیکن پیچھے کچھ اور ہے۔عالمی سامراج کی بنیادی طور پر یہ فلاسفی ہے کہ جمہوریت کے خوشنما نام پر سامنے کچھ اور ہوتا ہے پیچھے کچھ اور ہوتا ہے، اور آج یہی عالمی سامراج ہے کہ جو اپنی ایجنسیز کے ذریعے کچھ دہشت گردی کی کارروائیاں کروا کر ان کو مسلمانوں پر تھوپنے کی کوشش کرتا ہے اور پھر ان گھناؤنی سازشوں کو آڑ بنا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رکیک حملے کرتا ہے اور دنیا کو اسلاموفوبیا میں مبتلا کرتا ہے۔ بنیادی وجہ

یہ ہے کہ ان عالمی دہشت گردوں کو خوف نظامِ خلافت سے ہے۔ وہ نظامِ خلافت جو اللہ کا عطا کردہ ہے۔ جو مظلوم کی دادرسی کرتا ہے اور بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر رب کی غلامی میں لانے کی بات کرتا ہے۔ پاکستان ہم نے اسی مقصد کے لیے لیا تھا کہ یہاں پر خلافت کا نظام قائم ہو۔ قائداعظم کے الفاظ موجود ہیں۔ ان کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ کے الفاظ موجود ہیں کہ قائداعظم کہتے ہیں پاکستان کا قیام رسول اللہ ﷺ کا خصوصی فیضان ہے اور ہمارا فرض ہے کہ خلافت راشدہ کو سامنے رکھیں اور عہدِ حاضر کی اسلامی فلاحی ریاست دنیا کے سامنے پیش کریں۔ سچی بات ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل بھی نظامِ خلافت کے سوا کچھ نہیں۔ ملک ہم نے اسلام کے نام پر لیا، یہاں اسلام اگر آئے گا تو ملک محفوظ ہوگا۔ اسرائیل دھونس، دھمکی اور بدمعاشی کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ یہ دھونس، دھمکی، بدمعاشی اور فرنگ کی پشت پناہی اگر اس کو حاصل نہ ہو تو اسرائیل ٹھہر نہیں سکتا۔ اس کے برعکس پاکستان نظریہ اور کلمہ کی بنیاد پر وجود میں آیا۔ ہم نے اس نظریہ سے منہ موڑا تو 1971ء کا کوڑا ہم پر برسا اور بنگلہ دیش الگ ہو گیا۔ اگر ہم نے اسلام کے نظام کی طرف پیش قدمی نہیں کی تو ہمارے حالات نہیں سنور سکتے۔ سیاسی، معاشی، معاشرتی سطح پر مسائل بہت ہیں لیکن ان سب کی اصل بنیاد اور جڑ یہ ہے کہ ہم نے جس وعدے کی بنیاد پر ملک حاصل کیا اس کے مطابق یہاں نظامِ خلافت کو قائم نہیں کیا۔ غور فرمایئے گا! اللہ تعالیٰ ہمیں بار بار جھنجوڑ رہا ہے، کبھی سیلاب کی صورت میں، کبھی رمضان المبارک میں زلزلوں کے جھٹکے، کبھی شدید معاشی بحران کے ذریعے۔ مگر شاید ہم جھنجوڑنے کے اس عمل سے عبرت حاصل کرنے کو تیار نہیں ہو رہے۔ ہماری دعوت یہی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًاؕ﴾ (التحریم:8) ''اے اہل ایمان! توبہ کرو اللہ کی جناب میں خالص توبہ۔''

اللہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اللہ غفور و کریم ہے، اللہ تعالیٰ علی کل شیٍٔ قدیر ہے۔ ان حالات کو بدل دینا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔ مگر ہم بھی تو اللہ کی طرف پلٹیں۔ وہ کہتا ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝﴾ (محمد) ''اے اہل ایمان! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور وہ تمہارے قدموں کو جما دے گا۔''

یہی تنظیم اسلامی کی دعوت ہے۔ خود اللہ کی بندگی کی کوشش کریں، بندگی کی دعوت دوسروں کو دیں اور بندگی والے نظام کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں۔ اس مغربی جمہوریت کا فرسودہ نظام بھی فیل ہو چکا ہے۔ اس کا کھوکھلا پن سامنے آچکا ہے۔ واحد راستہ اسلامی انقلاب ہے اور نظامِ خلافت کے قیام کے لیے پرامن اور منظم سمع و طاعت والی اجتماعیت ہو اور جس کے لیے منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ کو سامنے رکھتے ہوئے پرامن انقلابی تحریک برپا کی جائے۔

رمضان مبارک کے نتیجہ میں کیا اچھا ہو کہ ہمارے دل نرم ہوں اور اللہ ہمیں انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر بھی رجوع الی اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ اپنی جناب میں ہمیں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر ہم واقعتاً سچی توبہ کر لیں تو اللہ علی کل شیٍٔ قدیر ہے۔ اللہ دلوں کو بدل دے گا، اعمال کو بدل دے گا اور پورے اجتماعی ماحول کو بدل دے گا۔ شرط یہ ہے کہ:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اس کے سوا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں۔ اس کے سوا ہمیں کوئی پناہ نہیں ملے گی۔ بقول شاعر ؎

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرمِ خانہ خراب کو تیرے عفوِ بندہ نواز میں

اللہ تعالیٰ ہمیں سچی پکی توبہ کی توفیق دے۔ لیلۃ القدر میں جو پاکستان ہمیں ملا اس حقیقی پاکستان کو اگر ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ سچی پکی توبہ کرنی ہوگی۔ قرآن کے نظام کو تھامنا ہوگا اور اس کے نفاذ کی جدوجہد، نظامِ خلافت کے لیے جدوجہد کرنا ہوگی، اس کے سوا ہمارے لیے کوئی حل نہیں ہے۔ اسلام کے نام پر ملک لیا اور اسلام ہی کے نفاذ سے یہ ملک بچے گا بھی اور صرف اسی طرح اس کو سلامتی اور امن ملے گا۔

اللہ تعالیٰ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر سچی توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

پریس ریلیز 28 اپریل 2023ء

حکومت اور اپوزیشن میں مذاکرات کا آغاز خوش آئند ہے

شجاع الدین شیخ

حکومت اور اپوزیشن میں مذاکرات کا آغاز خوش آئند ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم امید رکھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ مذاکرات کامیاب ہوں اور ملک سیاسی لحاظ سے ہیجانی کیفیت سے باہر نکلے کیونکہ مذاکرات کی ناکامی پاکستان کو خانہ جنگی کی طرف دھکیل سکتی ہے۔ ایک سال سے غیر یقینی سیاسی صورتِ حال نے پوری قوم کو اضطراب کا شکار کیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں معاشی بدحالی عروج کو پہنچ چکی ہے جس سے غریب اور متوسط طبقہ بُری طرح پس گیا ہے۔ اور پوری دنیا میں پاکستان کا امیج مسخ ہوا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ آزادی کے پون صدی بعد بھی مذہبی، سیاسی اور معاشی لحاظ سے ہم ابتری کا شکار کیوں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا لیکن ہم نے کارِ سرکار اور طرزِ زندگی میں سیکولرازم کو داخل کر دیا ہماری سیاسی غیر یقینی اور معاشی بدحالی اسی دہرے پن کا ہی نتیجہ ہے۔ اُنہوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ جس جمہوریت کے قصیدے بیان کیے جاتے ہیں اُس کے بنیادی اور زریں اصول تو اسلام ہی نے دنیا کو فراہم کیے ہیں اور خلفائے راشدین کے دور میں مسلمان ان سنہری اصولوں پر انتہائی خوش اسلوبی سے عمل پیرا رہے۔ اگر ہم نے اُس نسخہ کیمیا پر خلوص سے عمل کیا ہوتا جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی اکرم ﷺ کی وساطت سے عطا فرمایا ہے تو نہ صرف یہ کہ ہم یوں باہم دست و گریباں نہ ہوتے بلکہ نظامِ مصطفی ﷺ کی برکات سے پوری دنیا کو لیڈ کر رہے ہوتے۔ لہٰذا ہم سمجھتے ہیں اب بھی وقت ہے کہ ہم لوٹ آئیں، ہم رجوع کر لیں تو ہماری بگڑی بن سکتی ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

یہ تنظیم اسلامی کا طرۂ امتیاز ہے کہ آج رمضان کی راتیں ترجمہ قرآن کے ساتھ بسر ہوتی ہیں۔ الحمدللہ!

وفاقی شرعی عدالت کے سود کے خلاف فیصلے کو ایک سال ہو گیا مگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ختم نہ ہو سکی

اولاد کی دینی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ والدین خود دین پر عمل کریں

رمضان کے اختتام پر ضروری ہے کہ ہم اپنا محاسبہ بھی کریں کہ رمضان کا حاصل کیا ہے؟

پاکستان 27 رمضان المبارک کو قائم ہوا جس کے بارے میں گمان غالب ہے کہ یہ قدر کی رات ہے

امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ کے رفقائے تنظیم واحباب کے سوالوں کے جوابات

میزبان: آصف حمید

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: رمضان المبارک میں آپ کے لائیو دورۂ قرآن کی مصروفیات کیسی ہوتی ہیں اور اس میں آپ اپنی تراویح کو کیسے manage کرتے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: اس لائیو دورہ قرآن کا وقت ساڑھے نو بجے رات سے ساڑھے بارہ بجے ہے۔ جس چینل پر یہ دکھایا جاتا ہے اس کو دنیا کے 150 ممالک میں لاکھوں لوگ دیکھتے ہیں۔ الحمدللہ! کورونا کے دور سے یہ سلسلہ شروع ہوا تھا کیونکہ کورونا کے پہلے سال میں تو دورۂ ترجمہ قرآن مسجد میں کرانا ممکن نہیں تھا، پھر یہ آپشن اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ جہاں تک میری تراویح کا معاملہ ہے تو الحمدللہ میرا بیٹا حافظ قرآن ہے۔ اللہ کا شکر ہے ہم گھر میں تراویح کا اہتمام کرتے ہیں۔ رات کو ساڑھے بارہ بجے سے تقریباً صبح اڑھائی بجے تک۔ بیٹا پڑھاتا ہے اور میں سنتا ہوں اور پھر دو بچے اور بھی ہیں ان کو پھر ساتھ کھڑا کر لیتے ہیں۔

سوال: رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے 1983ء میں شروع کیا تھا اور اللہ کے فضل سے اب پورے ملک میں ڈاکٹر صاحب کے شاگرد یہ دورہ کرواتے ہیں۔ کیا یہ ایک برینڈ نہیں بن گیا؟

امیر تنظیم اسلامی: جب ہم دورۂ ترجمہ قرآن کہتے ہیں تو لوگ فوراً ڈاکٹر اسرار احمدؒ تک پہنچ جاتے ہیں۔ میں کہوں گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہوا ہے اور اس کے کچھ مزید فوائد بھی ہیں۔ یقیناً یہ بڑا مشقت والا عمل ہوتا ہے اور پورے ماہ میں تقریباً 140 گھنٹوں کا پروگرام بنتا ہے۔ اس میں تین مرتبہ قرآن پاک کی تکمیل ہوتی ہے اور اللہ کی مخلوق کو بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ اس کو آپ برینڈ کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس سے لوگوں کے لیے قرآن کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ دورہ ترجمہ قرآن کے لیے روزانہ تقریباً چار ساڑھے چار گھنٹے درکار ہوتے ہیں تاہم ہمارے ہاں اس کا مختصر دورانیہ بھی ہوتا ہے جس کو ہم خلاصہ مضامین قرآن کہتے ہیں۔ اس میں ایک یا دو سیشن کے دوران آیات کی مختصر تشریح اور کچھ مضامین کا بیان ہو جاتا ہے جس کا وقت دو اڑھائی گھنٹے ہوتا ہے۔ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بہت ساری مساجد میں عمومی اعتبار سے علماء یا خطباء نے بیس منٹ یا آدھا گھنٹہ کا چند منتخب آیات کا بیان شروع کیا تو اس سے بھی ایک فضا قائم ہو گئی۔ الحمدللہ! لیکن یہ تنظیم اسلامی کا طرۂ امتیاز ہے کہ رمضان کی راتیں قرآن اور ترجمہ قرآن کے ساتھ بسر ہوتی ہیں۔

سوال: موجودہ رمضان کی 26 تاریخ کو سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو ایک سال ہو جائے گا۔ اس فیصلے کے نتائج میں کیا پیش رفت ہوئی یا پھر پسپائی ہوئی؟

امیر تنظیم اسلامی: پاکستان میں انسداد سود کے حوالے سے کوششیں بہت پرانی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ 1947ء سے اس حوالے سے کچھ کمیشنز اور کمیٹیز بنتی رہی ہیں۔ پھر 1973ء کے آئین کے آرٹیکل F-38 میں یہ بات طے شدہ ہے کہ حکومت جلد از جلد سود کے خاتمے کی کوشش کرے۔ پھر جنرل ضیاء الحق کے دور میں وفاقی شرعی عدالت قائم ہوئی مگر بقول بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ اس کے ہاتھ پیر باندھ دیے گئے تھے کہ یہ عدالت دس سال تک آئین، معیشت اور عائلی قوانین کے معاملات کو ٹچ نہیں کرے گی۔ یہ دس سال کی قدغن 1991ء میں ختم ہوئی۔ اس کے بعد جسٹس تنزیل الرحمن (اللہ ان کو غریق رحمت کرے) نے پہلا فیصلہ ڈیڑھ سو صفحات کا دیا کہ بینک انٹرسٹ ربا ہی ہے جس کو دین حرام قرار دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ سود کے معاملات ختم نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد نواز شریف صاحب نے ریویو پٹیشن دائر کر دی اور stay لے لیا اور یہ معاملہ لٹک گیا اور تاخیر کا شکار ہوتا رہا۔ پھر 1999ء میں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ میں یہ مسئلہ زیر گفتگو آیا جس میں مفتی تقی عثمانی صاحب ﷾ بھی موجود تھے۔ اس بینچ نے ساڑھے بارہ سو صفحات کا بہت تفصیلی فیصلہ دیا کہ 1991ء کا وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے اور اس میں مزید کچھ گوشوں کو نمایاں کیا گیا۔ جنرل مشرف نے آ کر بینچ بدل دیا۔ جب نیا بینچ آیا تو اس نے کیس کو پھر وفاقی شرعی عدالت کو ریفر کر دیا اور پھر معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ تنظیم اسلامی اور جماعت اسلامی کی طرف سے بھی کوششیں ہوئیں کہ معاملے کو دوبارہ اوپن کیا جائے۔ چنانچہ وفاقی شرعی عدالت میں 2002ء میں درخواست دائر کی گئی تا آنکہ 2013ء کے بعد سے دوبارہ شنوائی شروع ہوئی اور بات کچھ آگے بڑھی۔ بہرحال پچھلے سال وفاقی شرعی عدالت نے 319 صفحات کا تفصیلی فیصلہ دیا جس میں بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دیا گیا اور حکومت کو پانچ سال کا ٹائم فریم دیا گیا کہ دسمبر 2027ء تک کہ حکومت سود کا خاتمہ کرے اور ملک میں پوری

معیشت کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی جائے۔ لیکن کچھ لوگ ابھی بھی باز نہیں آتے اور سٹیٹ بنک اور آٹھ نجی بینکوں نے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بنچ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی جس کا مطلب ہی یہ تھا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد نہ ہوسکے۔ کیونکہ جب تک وہاں اپیلیں موجود ہیں فیصلے پر عمل درآمد کا راستہ نہیں کھل سکے گا۔ اس وقت پاکستان کی معیشت کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ ہم ماہ رمضان میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ کرے کہ ہمارے مقتدر طبقات اس کی طرف توجہ کریں اور وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے پر عمل درآمد کا سلسلہ شروع ہو تا کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ختم ہوگی تو ہم امید کر سکتے ہیں کہ ہماری معیشت کی بہتری کے معاملات شروع ہوسکیں۔

سوال: کیا اس پر عمل درآمد میں رکاوٹ IMF تو نہیں ہے کیونکہ اس سے ہم سود پر قرضے لیتے ہیں؟

امیر تنظیم اسلامی: ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں تھوڑی ایمانی جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ IMF ہو یا ورلڈ بینک ہو ہمارا ایمان ہے کہ اس پوری کائنات کا حقیقی بادشاہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ آپ نے صدق دل اور will کی بات کی تو اللہ کہتا ہے کہ تم چل کر میری طرف آؤ گے تو میں دوڑ کر تمہاری طرف آؤں گا۔ لہٰذا قدم اٹھانا ہو گا۔ IMF ہو، ورلڈ بینک ہو، یہاں تک کہ چین بھی ہو ان کے ساتھ ڈیلنگز کرنے کے دوران نفع ونقصان کی بنیاد پر بھی آپشنز دستیاب ہیں اور یہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے آخری پیجز میں لکھا ہوا ہے کہ آپ اس تناظر میں بھی ان سے ڈیل کر سکتے ہیں لیکن سارا مسئلہ وہی ہے کہ نیت تو ہو۔ پچھلے سال نو ہزار ارب روپے کا بجٹ تھا، چار ہزار ارب روپیہ سود کی مد میں تھا۔ اس میں سے بھی 35 سو ارب روپیہ سود تو پاکستان کے اندر کا ہے۔ حالانکہ پاکستان کے اندر کا سود ختم کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ یعنی کہیں سے تو شروعات ہونی چاہیے۔ میں سچی بات کہتا ہوں کہ نیت میں فتور نظر آ رہا ہے کیونکہ ہمارے سول حکمرانوں اور عسکری قیادت میں اس حوالے سے سنجیدگی نظر نہیں آئی۔ حالانکہ جہاں اپنی رٹ قائم کرنا ہوتی ہے تو رات کے بارہ بجے بھی عدالتیں کھل جاتی ہیں اور سوموٹو ایکشن لیے جاتے ہیں اور اپنی رٹ قائم کی جاتی ہے۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے خاتمے کے لیے ہماری نیتیں درست نہیں ہو رہیں۔

سوال: 31 مارچ کو ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے یوٹیوب چینل کی بندش کو ایک سال گزر گیا آج کیا صورت حال ہے؟

امیر تنظیم اسلامی: جیسا کہ ایک شعر ہے ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے یہ لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

یہ تو اللہ کا منشاء ہے کہ اللہ اپنے دین کا کام لے گا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝۸﴾ (الصف) ”اور اللہ اپنے نُور کا اتمام فرما کر رہے گا‘ خواہ یہ کافروں کو کتنا ہی ناگوار ہو۔“

جہاں اپنی رٹ قائم کرنا ہوتی ہے تو رات کے بارہ بجے بھی عدالتیں کھل جاتی ہیں، سوموٹو ایکشن لیے جاتے ہیں لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے خاتمے کے لیے ہماری نیتیں درست نہیں ہو رہیں۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ہمارے استاد ہیں۔ انہوں نے اسلام اور قرآن کی خدمت کی۔ اس چینل کی بندش کے بعد علماء اور دوسرے لوگوں کا پہلا سوال یہ تھا کہ آپ لوگوں کا ڈیٹا محفوظ ہے یا نہیں؟ کیونکہ عام طور پر جب کوئی چینل بند ہوتا ہے تو اگر بیک اپ نہ ہو تو پھر سارا ڈیٹا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن الحمد للہ! ہمارا ڈیٹا ضائع نہیں ہوا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یقیناً اس بندش کے پیچھے سازشیں تھیں۔ لوگوں نے نبیوں کو نہیں چھوڑا، ان کی باتیں روکنے کی کوشش کی تو باقی کسی کی کیا حیثیت ہے؟ ہمارے ہاں برادر آصف حمید کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی جو بہت عرصے سے میڈیا کے معاملات کو دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح ہمارے کچھ تنظیمی رفقاء اور دیگر بہت سارے لوگوں نے جو تنظیم میں شامل نہیں ہیں مگر وہ دین سے، قرآن پاک سے اور ڈاکٹر اسرار صاحبؒ سے محبت رکھتے ہیں ان سب کی محنت سے ہم نے یوٹیوب پر ایک اور چینل بنالیا الحمد للہ! اور پچھلے ایک ہی سال میں اس چینل سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے۔ اس چینل پر ڈاکٹر صاحب کا بیان القرآن اور دوسرے لیکچرز موجود ہیں۔ پھر اس پر شارٹ کلپس بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہے، ایک راستہ بند ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ دس راستے ہمارے لیے کھول دیتا ہے۔ اخلاص نیت ڈاکٹر میں بھی تھا اور ہمارے ساتھیوں میں بھی ہے جن کی کوششوں سے وہ چینل بنا اور اس میں پروگرامز کی ورائٹی پیش کی جارہی ہے۔

آصف حمید (میزبان): یہ سب کام اللہ کی تائید وتوفیق سے جاری ہے۔ لیکن ہم نے ڈاکٹر صاحب کے content کے اوپر مونیٹائزیشن کو کبھی آن نہیں کیا۔ دوسرا یہ کہ ہم دیگر لوگوں کو بھی ڈاکٹر صاحب کا content رکھنے سے نہیں روکتے۔ لیکن اگر وہ مونیٹائز کرتے ہیں (یعنی کمائی کا ذریعہ بناتے ہیں) یا خدانخواستہ content میں تبدیلی کرتے ہیں تو ہمارے پاس اتنا اختیار موجود ہے کہ ہم ان کے چینل کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں کیونکہ اشتہارات غیر اسلامی ہوتے ہیں اور ان میں موسیقی بھی ہوتی ہے اور عورت کو اشتہار بنا کر بے حیائی بھی پھیلائی جاتی ہے۔ لہٰذا درس قرآن یا تلاوت کے دوران ایسے اشتہارات کا چلنا دین کی روح کے خلاف ہے اور اس کی کمائی بھی مشکوک ہو جاتی ہے لیکن کچھ لوگوں نے اس کو حلال سمجھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

امیر تنظیم اسلامی: ڈاکٹر صاحبؒ اپنی حیات میں میڈیا کے مختلف چینلز پر پروگرام کرتے رہے۔ انہوں نے بھی طے کر رکھا تھا اور آج تک الحمد للہ تنظیم اسلامی میں یہی طے شدہ پالیسی ہے کہ اگر ہم کسی میڈیا چینل پر پروگرام کرتے ہیں تو اپنی شرائط پر جاتے ہیں۔ حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ کسی خاتون اینکر یا کسی خاتون مہمان کے ساتھ نہ بیٹھیں۔ دوسری بات ہم ان سے ایک پیسہ نہیں لیتے۔ ڈاکٹر صاحبؒ نے بھی نہیں لیا اور ہمارا کوئی مدرس اس سے استفادہ نہیں کرتا۔ الحمد للہ! ہماری کوشش ہوتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں آمدن کے ذرائع عطا کیے ہیں اسی پر اکتفا کریں اور یہ کام صرف اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب مختلف تعلیمی اداروں میں لیکچرز کے لیے جاتے تھے، وہاں سے بھی کوئی معاوضہ نہیں لیا اور اسی روایت کو ہم آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین!

سوال: بھارت میں ہندتوا کے تحت مسلمانوں پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں کیا ایسی صورت حال میں مسلمان کسی دوسرے ملک (کینیڈا) میں ہجرت نہ کر جائیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

(محمد یامین، بھارت)

امیرتنظیم اسلامی: پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بھارت میں ہمارے مسلمان بھائیوں کے لیے خیر و عافیت کا معاملہ کرے۔ کیونکہ وہاں پاکستان سے زیادہ تعداد میں مسلمان بستے ہیں۔ بھارت سیکولر ملک ہونے کا دعویدار ہے لیکن وہاں بھی اب مذہبی دہشت گردی اور انتہا پسندی کے نتیجے میں نہ صرف مسلمانوں بلکہ دیگر اقلیتوں کی زندگی اجیرن کی جارہی ہے۔ بھائی نے سوال کیا کہ کیا اس بات کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کہ کوئی ہجرت کرجائے۔ ہم پاکستان میں جی رہے ہیں جس کو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا مگر مکمل اسلام تو یہاں پر بھی نافذ نہیں ہے اور ہم بھی کوشش و محنت کر رہے ہیں۔ البتہ وہاں چونکہ جان کے بھی لالے پڑ رہے ہیں لہٰذا اگر کسی کے لیے آپشن بنتا ہے تو وہ کوشش کرے اور نیت یہ رکھے کہ میں اپنے عقیدے اور ایمان کی حفاظت کرسکوں اور دین کے تقاضوں پر عمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرسکوں تو وہ ہجرت کرسکتا ہے۔ البتہ انہوں نے سپیشل طور پر کینیڈا کی بات کی ہے تو ہماری تجویز یہی ہوگی کہ اگر آپ کے حالات آپ کو اجازت دیتے ہیں تو کسی مسلم ملک میں جانے کی کوشش کریں۔ مشہور حدیث ہے: ((انما الاعمال بالنیات)) کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آگے حدیث کے الفاظ ہیں کہ جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہوگی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف مانی جائے گی۔ تو یہ ہجرت راہ خدا میں ہی سمجھی جائے گی اور اس کا اجر بھی عطا ہوگا۔

سوال: مسلمان گھرانے میں یا غیر مسلم گھرانے میں پیدا ہونے والے بچوں میں بنیادی فرق کیا ہے؟ (عبدالرحمن)

امیرتنظیم اسلامی: اصل میں یہ سوال بہت پرانا ہے۔ اس کے کئی اعتبارات سے جوابات ہو سکتے ہیں۔ ہمارے فقہاء اور آئمہ (بشمول امام شافعی) میں ایک رائے یہ ہے کہ اگر کسی تک اسلام یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا پیغام نہیں پہنچا تو آخرت میں اس سے سوال نہیں ہوگا۔ دوسری رائے امام ابوحنیفہ اور دیگر فقہاء کی بھی ہے کہ کم از کم اللہ کا تعارف فطرت میں موجود ہے کہ خالق کائنات ہے اور بنیادی انسانی اخلاقیات انسان میں ودیعت شدہ ہیں ان دو کے بارے میں سوال ضرور ہوگا۔ امام صاحبؒ کی اس رائے کے حوالے سے بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے سورۃ لقمان کے درس میں روشنی ڈالی ہے۔ جناب لقمان نبی تو نہیں تھے اور ایک رائے کے مطابق ان تک شاید کسی نبی کی تعلیم بھی نہیں پہنچی تھی مگر ان کی بیٹے کے لیے وصیت میں توحید اور آخرت کا تصور جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ کچھ بنیادی اخلاقیات ان وصیتوں میں نظر آتی ہیں۔ سورۂ لقمان کے دوسرے رکوع کے مضامین بتا رہے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں وزن ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم دوسری رائے کو رد کر رہے ہیں۔ البتہ جس تک تعلیم پہنچ گئی ہے تو وہ اس تعلیم کے تقاضوں پر عمل کا پابند ہے۔ اب ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنا ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالْعَصْرِ ① اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ② اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ③﴾ (العصر) ''زمانے کی قسم ہے۔ یقیناً انسان خسارے میں ہے۔ سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور انہوں نے ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی۔''

یعنی اللہ نے یہ قانون دے دیا کہ ایمان لاؤ گے تو پھر تمہاری نجات ہوگی۔ اور ایمان کیا ہے:

((ھو تصدیق القلب بما جاء من عند الرب))

''یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا اس کی دل سے تصدیق کرنا۔''

یہ ایمان مجھ تک پہنچ گیا تو مجھے ماننا ہے اور عمل کرنا ہے۔ لیکن میں آخری رسول ﷺ کا امتی ہوں تو میرے لیے اکیلے اکیلے مان کر عمل کرنا کافی نہیں ہوگا بلکہ حق کی دعوت اور اس کی سربلندی کے لیے جدوجہد بھی کرنا ضروری ہے۔ زیادہ اہم سوال کیا ہے؟ جس تک نہیں پہنچا اس کا کیا ہوگا، اسے اللہ پوچھے گا:

﴿ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ⑩﴾ (الحج) ''(اور اسے کہا جائے گا کہ) یہ سب کچھ تیرے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کی وجہ سے ہے اور یہ کہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

اللہ بندوں پر ظلم فرمانے والا نہیں ہے۔ اللہ نے قانون ہمارے لیے بنایا ہے اللہ کسی قانون کا پابند نہیں ہے۔

﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ (الفتح) ''وہ بخش دے گا جس کو چاہے گا اور عذاب دے گا جس کو چاہے گا۔''

علماء نے بڑا عجیب نکتہ پیش کیا کہ کل کو پیدا ہونے والے بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ نکاح کرنے کے لیے ایک نیک خاتون کا انتخاب کرے۔

جس کو چاہے گا بخش دے گا جس کو چاہے گا عذاب دے گا۔ اور فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ﴾ (البقرۃ) ''اللہ تعالیٰ نہیں ذمہ دار ٹھہرائے گا کسی جان کو مگر اس کی وسعت کے مطابق۔''

اصل سوال یہ ہے کہ جو ایمان لا چکے ہیں انہوں نے اس پر عمل کتنا کیا۔ اس کی دعوت دوسروں تک پہنچائی ہے یا نہیں؟

سوال: ہم اپنے بچوں میں خلافت اور انقلاب کے نظریے کو پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ بچوں کو قرآن وحدیث کا علم کون سی عمر سے سکھایا جائے؟ (محمد جعفر حسین، حیدر آباد انڈیا)

امیرتنظیم اسلامی: تربیت اولاد ایک موضوع ہے اور اس کے ذیل میں بہت ساری باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ بچے تھوڑے بڑے ہوں گے تو ان کی تربیت کا اہتمام ہوگا۔ قطعاً نہیں۔ احادیث کی روشنی میں علماء نے بڑا عجیب نکتہ پیش کیا کہ کل کو پیدا ہونے والے بچے کا باپ پر یہ حق ہے کہ وہ نکاح کرنے کے لیے ایک نیک خاتون کا انتخاب کرے۔ یہاں سے بات شروع ہوتی ہے۔ پھر زوجین سے تعلق کی دعائیں ہمارے ہاں بیان نہیں ہوتیں جو کہ یہ ہیں۔

((اللھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطان مارزقنا))

اے اللہ! ہم دونوں (شوہر و بیوی) کو بھی شیطان سے بچا اور جو رزق تو ہمیں عطا کرے اس کو بھی شیطان سے بچا۔ یہاں رزق اولاد کو کہا جارہا ہے۔ اب اس تعلق کے بعد کب بھی ایک خاتون کو حمل ٹھہرے گا اس کا پتا نہیں۔ لیکن ہر تعلق کے موقع پر یہ دعا رسول اللہ ﷺ نے سکھائی۔ پھر اللہ نے اولاد (بچہ یا بچی) عطا فرمادی تو پہلے کان میں اذان ہے۔ یہ توحید کی دعوت ہے، رسالت کی دعوت ہے اور آخرت کی دعوت ہے۔ عمل میں حی علی الصلوٰۃ، نماز کی بات آرہی ہے۔ اللہ کی بڑائی کی بات آرہی ہے۔

یہ پورے دین کا ایک خلاصہ ہے جو پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں ڈالا جا رہا ہے۔ پھر ماں باپ جو بھی کریں گے اولاد اسی کی نقل کرے گی۔ مرد گھر میں ہے اور اس کی زبان پر قرآن اور دعائیں ہوں گی تو بچہ اس کو کاپی کرے گا۔ فرض نماز کے لیے مسجد میں جائے اور نوافل گھر میں ادا کرے تو اس سے بھی بچوں کی خودبخود تربیت ہو رہی ہوتی ہے۔ یعنی ہم خود باعمل بن کر اولاد کی تربیت کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پہلا کلمہ جو تمہارے بچے کی زبان پر آئے وہ لا الٰہ الا اللہ ہو۔ سیدنا علیؓ نے یہ بھی فرمایا کہ سات سال تک اپنے بچوں سے کھیلو یعنی اپنے بچوں کو وقت دو۔ لیکن آج بچوں کو کہاں وقت دیا جاتا ہے۔ پہلے سکول، پھر ٹیوشن، پھر تھوڑا وقت اگر بچا تو موبائل نے چھین لیا۔ حضور ﷺ نے سات سال کی عمر میں نماز کی ترغیب دینے کو کہا۔ سات سال سے پہلے ماں باپ اس کو وقت دیں اور اس کو اچھی چیزیں سکھائیں۔ خاص طور پر ماں کا بہت اہم رول ہے۔ جب وہ بولنے کے قابل ہو تو اسے اللہ، بسم اللہ، لا الٰہ الا اللہ کے کلمات سکھائے جائیں۔ یہاں سے اس کی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ پھر فارمل تعلیم کا سلسلہ ہے۔ ہم تو اپنے تنظیم کے رفقاء اور ساتھیوں سے گزارش کرتے ہیں کہ اپنے گھروں میں اسرہ قائم کریں۔ اس کو ہم گھریلو اسرہ کہتے ہیں۔ اسرہ عربی میں خاندان کو کہتے ہیں۔ تنظیم میں اسرہ کا نظام ہے جس میں کچھ رفقاء ہوتے ہیں اور ان کا ایک نقیب ہوتا ہے اور وہ ہر ہفتے مل بیٹھ کر قرآن و حدیث کی روشنی میں تربیت کا اہتمام کرتے ہیں۔ گھریلو اسرہ میں تمام گھر والوں کو شامل کیا جاتا ہے جس میں چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں اور وہاں دین سیکھنے سکھانے کی بات ہوتی ہے، تلاوت قرآن ہوتی ہے، احادیث سنائی جاتی ہیں۔ بچے اگر پڑھنے کے قابل ہوں تو ان سے سیرت، خلافت یا دیگر اسلامی موضوعات پر کسی کتاب کا کوئی حصہ پڑھوالیں۔ یہ اسرہ دینی تربیت کا باعث بنے گا اور بیرونی فتنوں کے خلاف دفاع کے قابل بنائے گا۔ ان شاء اللہ! بہرحال اللہ تعالیٰ نے کرنے کے کام بھی بتائے ہیں نہ کرنے کے کام بھی بتائے ہیں۔ یہ پورا پیکج ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا اور ہمارے بچوں کا عقیدہ، ایمان محفوظ رہے تو جن کاموں سے شریعت منع کرتی ہے ان سے خود بھی بچیں اور اولاد کو بھی بچنے کی تاکید کریں۔ آج سمارٹ فون، کیبل، انٹرنیٹ وغیرہ جیسی چیزیں بچوں کو تباہ کر رہی ہیں۔ اللہ ہم سب کی اور ہمارے گھرانوں کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

سوال: میں بارہویں جماعت کا طالب علم ہوں میں اقامت دین کی جدوجہد کیسے کروں۔ میرے پاس کوئی ایسی جماعت نہیں جس کا واضح ہدف دین کا قیام ہو۔ میں کافی تشویش میں ہوں کہ کیا کروں؟ (محمد طائف، بھارت)

امیر تنظیم اسلامی: اللہ تعالیٰ اس بچے کی حفاظت فرمائے۔ اس عمر میں کہ جب ابھی صرف کیریئر کونسلنگ کی بات ہوتی ہے اور ایک سیکولر ملک سے یہ سوال ہو رہا ہے جسے appreciate کرنا چاہیے۔ جہاں تک ان کے سوال کا تعلق ہے تو اصل میں اقامت دین کے تصور کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اس کی شروعات اپنے وجود، اپنے جسم سے ہوتی ہے کہ پہلے اپنے وجود پر اسلام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرو، پھر اپنے گھر میں اسلام کو غالب کرو، پھر معاشرے اور نظام کی بات آئے گی۔ دوسری بات یہ ہے کہ دعوت کا کام مستقل کرنے کا کام ہے۔ اگر یہ انڈیا میں بیٹھ کر خود ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو سن رہے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ یہ اپنے دوستوں کو بھی سنوا سکتے ہیں اور یہی باتیں ان تک پہنچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے مکہ کے تیرہ برس لوہے کی تلوار استعمال نہیں کی مگر قرآن کی تلوار استعمال کی اور جب آپ ﷺ نے کام شروع کیا تو اکیلے تھے۔ مکہ کے 13 برس آپ ﷺ نے صرف دعوت دی اور آپ ﷺ کے سامنے خانہ کعبہ میں 360 بت تھے، انہیں ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ بہرحال 13 برس مکہ میں قرآن کی تلوار چلی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿٥٢﴾﴾ (الفرقان)

”اور آپؐ ان کے ساتھ جہاد کریں اس (قرآن) کے ذریعے سے بڑا جہاد۔“

اس دوران ایک بت کو بھی ہاتھ نہیں لگایا لیکن جب مکہ فتح ہو گیا تو سب سے پہلے سارے بتوں کو توڑا گیا۔ یعنی اس وقت تک صبر تھا، محنت تھی، جدوجہد تھی۔ اس میں ہم سب کے لیے سبق ہے کہ اپنے دوستوں، کزنز، خاندان کے لوگوں میں دعوت کا کام کریں اور ان کو اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کریں۔ اگر وہاں کوئی جماعت نہیں جو اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہو تو اللہ سے دعا کریں ممکن ہے آپ کو کوئی اجتماعیت میسر آجائے یا پھر آپ کی دعوت کے ذریعے آپ کو ہم خیال لوگ میسر آتے چلے جائیں۔ یہ کام ابھی کرنا ہے جو ان کے لیے ممکن ہے۔

> دنیا افراد کی حاکمیت کی دعویدار ہے لیکن ہم نے آئین میں لکھا ہے کہ یہاں حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ہوگی، یعنی حکم صرف اُسی کا چلے گا۔ کتاب و سنت کی بالادستی ہوگی۔ لہٰذا پاکستان کا معاملہ باقی مسلم ممالک سے مختلف ہے۔

بہرحال دو تین کام کرنے ہیں:

1۔ جتنا دین سمجھ آیا اس پر عمل کریں۔

2۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دروس سے آپ کو فائدہ ہوا تو آپ دوسروں کو بھی سنائیے اور اپنے ہم خیال لوگوں کو بڑھانے کی کوشش کریں۔

3۔ کل کوئی اجتماعیت نظر آتی ہے آپ اللہ کا نام لے کر اس کو جوائن کریں جب تک نظر نہیں آتی آپ اس دعوت کے کام کو جاری رکھ کر اپنے ہم خیال لوگوں کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ کیا عجب آپ کو اللہ تعالیٰ ایسا کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سوال: رمضان کے بعد ہماری زندگی کیسی ہونی چاہیے اور آخری عشرے میں پاکستان کی ولادت ہوئی اس پر کچھ تبصرہ کریں۔ (نوید انصاری صاحب)

امیر تنظیم اسلامی: ویسے آخری عشرے میں بہت کچھ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کا آخری عشرہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ یہ بشارت والا پہلو ہے۔ انذار والا پہلو کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور دعا کرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ نے منبر کی ایک ایک سیڑھی پر چڑھتے ہوئے آمین کہا۔ اس دعا میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ شخص تباہ و برباد ہو جائے جس کے سامنے رمضان کا مہینہ آئے اور وہ اپنی بخشش نہ کرا سکے۔ تمام فرشتوں کے سردار جبرائیل یہ کہہ رہے ہیں، امام الانبیاء ﷺ اس پر آمین کہہ رہے ہیں۔ یعنی فرشتوں کے امام کی یہ بددعا ہے اور رسولوں کے امام ﷺ کی آمین ہے۔ لہٰذا اگر اللہ نے ہمیں رمضان دے دیا تو اس سے فائدہ لازمی اٹھائیں۔ پھر رمضان کا آخری عشرہ اس اعتبار سے بھی بہت اہم ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رمضان کے آخری عشرے میں رسول اللہ ﷺ پوری پوری رات قیام فرماتے تھے۔ (بخاری شریف) اس عشرے میں اللہ کے رسول ﷺ اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے تھے۔ پھر اس آخری عشرے

کی پانچ طاق راتیں ہیں اور ان میں ہم نے قدر کی رات کو تلاش کرنا ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ بعض لوگوں نے فقط 27 ویں شب تک محدود کرلیا۔ بعض روایات سے اس کا غالب امکان محسوس ہوتا ہے مگر دیگر روایات سے 23ویں شب کا بھی پتا چلتا ہے۔ بھی 21 کا بھی پتا چلتا ہے۔ اور بخاری شریف کی حدیث کہتی ہے کہ ہمیں پانچوں طاق راتوں میں اس کو تلاش کرنا چاہیے۔ تنظیم اسلامی کے تحت پورے رمضان کی راتوں میں دورۂ ترجمہ قرآن کا اہتمام ہوتا ہے جو لوگ معمول کی تراویح پڑھتے ہیں اور پھر فارغ ہوجاتے ہیں تو میری تجویز یہ ہوگی کہ وہ قیام اللیل کے لیے ہمارے دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں میں شریک ہوں تو آپ خود محسوس کریں گے کہ اس پروگرام کی کیا برکت ہے اور انہی راتوں میں ہمیں قدر کی رات بھی میسر آجائے گی۔ ان شاء اللہ

جہاں تک پاکستان کی ولادت کا معاملہ ہے یہ بھی رمضان کی 27ویں شب میں ہوئی اور قرآن بھی قدر کی رات یعنی رمضان کی 27ویں شب میں نازل ہوا۔

اپنی ملت پر قیام اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

یہ امت مسلمہ بقیہ انسانوں سے مختلف ہے اور اس امت میں یہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان مختلف ہے۔ دنیا سیکولرزم کی باتیں کر رہی تھی لیکن ہمارا نعرہ تھا: پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ دنیا افراد کی حاکمیت کی دعویدار ہے لیکن ہم نے آئین میں لکھا ہے کہ یہاں حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ہوگی۔ یعنی حکم صرف اُسی کا چلے گا۔ کتاب وسنت کی بالادستی ہوگی۔ مگر 75 برس سے زیادہ ہوگئے ہم کہاں کھڑے ہیں۔ ہم عام طور پر 14 اگست کا دن مناتے ہیں لیکن اگر رمضان کی 27ویں شب کو بھی رمضان، قرآن اور پاکستان کے موضوع پر تذکرہ ہوجائے تو یقیناً احساس ہوگا اور پھر اللہ کے حضور ﷺ توبہ بھی کریں۔ پچھلے سال سود کے خلاف فیصلہ آیا تھا تو آج طے کرلیں کہ یا اللہ ہم تیرے ساتھ جنگ کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں۔ کوئی قدم تو بڑھالیں۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر کوشش کرنی ہے۔ ہمارے ہاں ستائیسویں شب کے بعد مساجد خالی نظر آتی ہیں حالانکہ قیام اللیل کا معاملہ آخری روزے کی شب تک جاری رہنا چاہیے بلکہ اس کے بعد بھی اللہ توفیق دے تو راتوں کو اٹھ کر تہجد اور دعا کا اہتمام کرنا چاہیے۔ آخری بات یہ ہے کہ ایک مہینہ یعنی رمضان میں مشقت کے بعد ہم چیک بھی تو کریں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا رمضان کا مقصد پورا ہوا؟ ہمارے اندر تقویٰ پیدا ہوا؟ کیونکہ روزے کا حاصل تقویٰ ہے؟

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (عمران)

''تو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم اللہ کا (صحیح معنی میں) شکر ادا کرسکو۔''

اس رمضان میں قرآن سے تعلق کتنا مضبوط ہوا، قرآن کو سمجھنے کی کتنی کوشش کی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بڑی پیاری بات فرمائی کہ رمضان ایک مہمان ہے۔ مہمان آتا ہے چلا جاتا ہے لیکن مہمان کا تحفہ ہمارے پاس رہ جاتا ہے۔ رمضان چلا جائے گا لیکن اس کا تحفہ قرآن ہمارے پاس رہ جائے۔ اس قرآن کے ساتھ آئندہ ہمارا تعلق کیسا ہوگا۔ تلاوت، ترجمہ، سمجھنا، عمل کرنا، اس کے احکام کے نفاذ کے لیے جدوجہد کرنا یہ سب اس کا تقاضا ہے۔ پھر ایک روزہ رمضان کا ہے جس میں ہم اللہ کے حکم سے حلال چیزوں کو بھی چھوڑ رہے ہیں، لیکن ایک روزہ پوری زندگی کا ہے جس میں حرام چیزیں چھوڑنے کا حکم بھی اللہ نے دیا ہے۔ کیا ہم حرام چھوڑنے کے لیے تیار ہوئے کہ نہیں؟ رمضان کے روزے کا اختتام شربت پر ہوتا ہے لیکن زندگی کے روزے کا اختتام تب ہوگا جب روز محشر رسول اللہ ﷺ حوض کوثر سے پلائیں گے۔ ان شاء اللہ اس رمضان کے اختتام پر ہم عید مناتے ہیں۔ مومن کی سب سے بڑی عید تب ہوگی جب اللہ راضی ہوکر فرما دے گا:

﴿فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝﴾ (الفجر) ''تو داخل ہوجاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہوجاؤ میری جنت میں!''

اللہ تعالیٰ ہمیں اس لائق بنادے۔ آمین!

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(6 تا 7 اپریل 2023ء)

جمعرات (06 اپریل) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (07 اپریل) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ NED یونیورسٹی کراچی کے VC سے قرآنی نصاب کے حوالے سے ملاقات کی۔ یونیورسٹیز میں قرآن کا ترجمہ پڑھانے کے لئے HEC کی طرف سے یونیورسٹیوں کو ترغیب دلائی گئی ہے۔

جمعرات (13 اپریل) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (14 اپریل) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

اتوار (16 اپریل) کو اہل محلہ کے لئے بعد نماز عصر تذکیری گفتگو کی۔

بدھ (19 اپریل) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی کی مسجد میں معتکفین کے ساتھ سوال وجواب کی نشست اور بعد ازاں دعوتی امور اور نصاب قرآن کے حوالہ سے دو صاحبان سے ملاقات کی۔

Qtv پر دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل کی۔

نائب امیر سے تنظیمی امور کے حوالے سے آن لائن رابطہ رہا۔

رمضان المبارک کے بعد بھی نیکیاں جاری رہنی چاہئیں

مولانا ندیم احمد

ماہِ رمضان المبارک سراپا خیر و برکت ہے۔ اس کے اہتمام میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کو گیارہ مہینوں تک سجایا جاتا ہے اور اس مبارک ماہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے۔ شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں اور ہر طرف نیکیوں کا ماحول ہوتا ہے، جس کے چلتے ہر ایمان والے کے لیے نیک عمل کرنا سہل بلکہ سہل ترین ہو جاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ جیسے ہی یہ مبارک ماہ ختم ہو جاتا ہے، ہم میں سے بہت سے پھر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ جو یقیناً کم ہمتی کی علامت اور سخت محرومی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی زندگیوں میں بار بار رمضان المبارک عطا فرمائے اور اس سے مستفید ہونے کی توفیق سے بھی نوازے اور پوری زندگی محرمات سے اجتناب اور اطاعت کا اہتمام نصیب فرمائے۔ آمین

روزوں کا مقصودِ اصلی

ارشاد ربانی ہے: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے، تاکہ تم متقی و پرہیزگار بن جاؤ۔'' (البقرۃ:183)

معلوم ہوا کہ روزوں کا مقصودِ اصلی تقویٰ کا حصول ہے۔ لہٰذا ایک مہینے مسلسل روزے رکھنے کے بعد بھی اگر ہمارے اندر تقویٰ کی صفت پیدا نہ ہو تو یہ بات مناسب نہیں۔

ماہِ رمضان کی سچی قدردانی

رمضان المبارک کی سچی قدردانی یہ ہے کہ نیک اعمال پر اس کے بعد بھی مداومت و استقامت اختیار کی جائے۔ ارشادِ ربانی ہے:

''بیشک وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے' ان پر فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ آپ لوگ ڈرو نہیں اور غمگین نہ ہو اور خوشیاں مناؤ اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔'' (حٰم السجدہ)

استقامت کی تعریف

پہلے جز کو لفظ استقامت سے تعبیر فرما کر ارشاد ہوا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ یعنی جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یقین کر لیا اور اس کا اقرار بھی کر لیا۔ یہ تو اصل ایمان ہوا، آگے اس پر مستقیم بھی رہے۔ یہ عمل صالح ہوا۔ اس طرح ایمان اور عمل صالح کے جامع ہو گئے۔ لفظ استقامت کی تفسیر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایمان و توحید پر قائم رہے، اس کو چھوڑا نہیں۔ اور تقریباً یہی مضمون حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ انہوں نے استقامت کی تفسیر اخلاص عمل سے فرمائی ہے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام، اوامر اور نواہی پر سیدھے جمے رہو، اس سے اِدھر اُدھر راہِ فرار لومڑیوں کی طرح نہ نکالو۔'' اس لیے علما نے فرمایا کہ استقامت تو ایک لفظ مختصر ہے مگر تمام شرائع اسلامیہ کو جامع ہے جس میں تمام احکامِ الٰہیہ پر عمل اور تمام محرمات و مکروہات سے اجتناب دائمی طور پر شامل ہے۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ انسان کا رَبُّنَا اللّٰہ کہنا جبھی صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ دل سے یقین کرے کہ میں ہر حال اور ہر قدم میں اللہ تعالیٰ کی زیر تربیت ہوں۔ مجھے ایک سانس بھی اس کی رحمت کے بغیر نہیں آ سکتا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان طریق عبادات پر ایسا مضبوط و مستقیم رہے کہ اس کا قلب اور قالب دونوں اس کی عبودیت سے سرمو انحراف نہ کریں۔ حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے استقامت کی تعریف ادائے فرائض سے فرمائی۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں جن نیک اعمال کی توفیق مرحمت فرمائی تھی، ان پر ہمیں رمضان کے بعد بھی جمے رہنے کی حتی المقدور کوشش کرنی چاہیے۔

رمضانی مسلمان

رمضان المبارک میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیکیوں کی ایک خوشگوار فضا قائم تھی، اب وہ مبارک و مسعود زمانہ گزر گیا لیکن یہ اس کی ناقدری ہوگی کہ عید کی خوش خبری ملتے ہی رمضان المبارک کے درس کو بھلا دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ ہمارے لیے خوشی نہیں بلکہ ڈرنے کا مقام ہے۔ جس میں نمازوں کی پابندی ختم اور قرآن مجید سے دوری پیدا ہو جائے اور ذکر و اذکار سے غفلت ہو۔ رمضان المبارک کے گزرتے ہی عبادتوں سے دور اور گناہوں پر دلیر ہو جانا گویا اس بات کی علامت ہے کہ ہم رمضان کی برکات سے کچھ حاصل نہیں کر پائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو مسلمان رمضان المبارک کی سنت و نفل نماز تراویح میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کھڑے رہتے تھے، وہ رمضان کے گزر جانے پر فرض نمازوں کے لیے دن رات میں کل ملا کر ایک ڈیڑھ گھنٹہ نہیں نکال پاتے۔ ہمارے اس رویے کی وجہ سے اگر کوئی ان معمولات کو موسمی بخار یا ہمیں رمضانی مسلمان سے تعبیر کرے تو اس سے بڑی بدقسمتی و محرومی اور کیا ہوگی؟

مزید چاک و چوبند رہنے کی ضرورت

رمضان المبارک تو ہماری زندگیوں میں خوشگوار تبدیلیاں لانے کے لیے آیا تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے مخصوص انتظامات فرمائے تھے اور اپنے بندوں کو نیکیوں پر کاربند کرنے کے لیے سرکش شیاطین کو بھی بیڑیوں میں جکڑ دیا تھا، اب وہ آزاد ہوا ہے تو ہمیں اس سے مزید چاک و چوبند رہنے کی ضرورت ہے نہ کہ پرانی یاری نبھانے کی۔

نیکیوں پر مداومت کی فضیلت

نیکیوں پر مداومت و ہمیشگی ہی صالحین کا طریقہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ جب حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا کام بتائیں جسے میں مضبوطی سے تھامے رکھوں، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کہو میرا رب اللہ ہے، پھر اس بات پر ثابت قدم رہو۔ نیز خود آپ ﷺ کا مبارک طریقہ نیکیوں کے اہتمام کا تھا، جیسا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ جب کوئی کام کرتے تو اس پر ہمیشہ قائم رہتے۔ (مسلم) ایک حدیث میں وارد ہوا ہے: پسندیدہ اعمال میں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل وہ ہے جس پر مداومت کی جائے، خواہ مقدار میں وہ تھوڑا ہو۔ (مسلم) ایک روایت میں ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین و عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو۔'' (بیہقی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال پر مداومت نصیب فرمائے اور اپنی نافرمانیوں سے بچائے رکھے۔ آمین

رشتہ داروں کے حقوق

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

رشتہ دار وہ افراد ہوتے ہیں جن کے ساتھ قریبی اور فطری تعلق ہو۔ ان میں اولیت ماں باپ اور بہن بھائیوں کو حاصل ہوتی ہے۔ یہ سب سے زیادہ حسن سلوک کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ قریبی تعلق خود اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ آپس کی محبت ان تعلقات کو مضبوط کرتی ہے۔ ماں باپ کے احسانات کا بدلہ تو انسان چکا نہیں سکتا البتہ ان کی خدمت کر کے ان کے حقوق کی ادائیگی کی کوشش کر سکتا ہے۔ ماں باپ کو ناراض کرنا یعنی ان کے احسانات فراموش کر کے ان کے ساتھ برا سلوک کرنا انتہائی بداخلاقی اور بڑا گناہ ہے۔ والدین نے سالہا سال اولاد کی پرورش کی ہوتی ہے ان کی چھوٹی بڑی ضرورت پوری کی ہوتی ہے لہٰذا اُن کا حق ہے کہ ان کی خدمت کی جائے۔ اس لیے قرآن مجید میں اولاد کو یہ دعا سکھائی گئی ہے۔

﴿رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل)

''اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پرورش کیا۔''

ماں باپ کے بعد بھائی بہنیں ہیں جن کے درمیان اللہ تعالیٰ نے محبت کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ اگرچہ اس فطری جذبے کے تحت ان کے ساتھ حسن سلوک آسان ہے مگر وہ بڑے ہو جاتے ہیں تو خود غرضی اور لالچ کے تحت ان کے اندر دوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں جس سے نفرت بڑھتی جاتی ہے جو بڑے بڑے جرائم کا باعث بھی بنتی ہے۔ بہن بھائیوں کو سلوک اور اتفاق کے ساتھ رہنا چاہیے اور ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے کی ضرورت کا احساس ہونا چاہیے تاکہ زندگی حسن و خوبی کے ساتھ گزرے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو صلہ رحمی کہا جاتا ہے جس کا نہ صرف دنیا کی زندگی میں فائدہ ہے بلکہ آخرت کی زندگی میں اجر عظیم ہے۔ صلہ رحمی کا متضاد قطع رحمی ہے یعنی قریبی رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات توڑنا۔ جو بہت بڑا گناہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ جب آپؐ سے پوچھا گیا کہ اگر رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے مگر وہ اس کے جواب میں بُرا سلوک کریں تو کیا کیا جائے تو آپؐ نے فرمایا برے سلوک کے باوجود اچھا سلوک کرنا ہی صلہ رحمی ہے۔ نیکی کے بدلے میں نیکی کرنا صلہ رحمی نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کو یہ پسند ہو کہ اس کا رزق کشادہ ہو اور اس کی عمر لمبی ہو تو وہ صلہ رحمی کرے یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی پیروی کرتے ہوئے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے اور ان کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں گے اور ان کی بدسلوکی کے جواب میں اچھا سلوک کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کی جزا کے علاوہ دنیا میں بھی جزا دے گا۔ ان کی عمروں میں برکت ہوگی اور وافر رزق کا وعدہ ہے رشتہ داروں کا آپس میں حسن سلوک خوشیاں بڑھاتا اور غم کم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نسب کی اتنی تعلیم حاصل کرو جس سے اپنے رشتہ داروں کو جان سکو۔ کیونکہ صلہ رحمی سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔ مال بڑھتا ہے اور موت پیچھے ہٹتی ہے یعنی عمر لمبی ہوتی ہے۔ (ترمذی)

عربوں کے ہاں نسب نامے یاد کرنے کا رواج تھا۔ تاکہ قریبی رشتہ داروں کا علم رہے۔ یہ نسب نامے بچوں کو یاد کرائے جاتے تھے تاکہ آباء و اجداد یاد رہیں کہ باپ دادا چچا، ماموں وغیرہ کون ہیں۔ اس طرح رشتہ داروں میں میل ملاپ جاری رہے گا اور سلوک و اتحاد کی برکات ظاہر ہوں گی۔

ہر چھوٹی بڑی بستی میں جہاں دولت مند اور خوشحال لوگ رہتے ہوں وہاں نادار اور غریب لوگ بھی ہوں گے۔ اگر وہاں کے امیر لوگ اپنے اپنے مفلس رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھیں اور اپنی داد و دہش اور صدقات میں اُن کے حقوق کو یاد رکھیں تو کوئی محتاج نہیں رہے گا۔ اپنے غریب اور مسکین لوگوں کے ساتھ ہر قسم کے تعاون کا دوہرا اجر ملتا ہے ایک تو انفاق کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔ اس کا خیال رکھنا بڑا ضروری ہے کیونکہ اپنے کسی ضرورت مند رشتہ دار کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر خرچ کرنا مفید نہ ہوگا۔

اگر اختلاف رائے یا کسی اور وجہ سے رشتہ داروں میں ناراضی پیدا ہو جائے تو دوسرے رشتہ دار مداخلت کر کے ان کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کریں ان حقوق کا خیال رکھنا آپس کے اتفاق و اتحاد کا باعث بنتا ہے۔ اس سے نہ صرف دنیا میں مفاد حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے آخرت کا اجر بھی حاصل ہوگا۔

حضرت ابوطلحہ ؓ مدینے میں سب سے زیادہ مال دار تھے۔ ان کا ایک باغ بیرحاء انہیں بہت پسند تھا جو مسجد نبوی کے پاس تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ وہاں جاتے اور اس باغ کا شیریں پانی پیتے اور پھل کھاتے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ''تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک اس شے کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو جو تمہیں عزیز ہے'' تو وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھے اپنا باغ بیرحاء سب سے زیادہ عزیز ہے میں اُسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ آپؐ جیسے مناسب سمجھیں اس میں تصرف کریں۔ آپؐ اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اس کا خیرات کرنا تمہیں بہت فائدہ دے گا۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم یہ باغ اپنے رشتہ داروں کو دے دو۔ حضرت ابوطلحہ ؓ نے ایسا ہی کیا اور وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کرا دیا۔

اپنے غریب اور ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینا ہرگز مفید نہیں جب ام المومنین حضرت عائشہ ؓ پر بے جا تہمت لگائی گئی تو مسطح بن اثاثہ ؓ نے بھی کچھ ایسے الفاظ کہہ دیئے جس سے حضرت ابوبکر ؓ کو غصہ آیا کیونکہ وہ نہ صرف آپؓ کا رشتہ دار تھا بلکہ آپؓ اس کو مالی امداد بھی دیتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ارادہ کیا کہ اب اس کی امداد نہ کروں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت نازل کر کے حضرت ابوبکر ؓ کو تنبیہ کی کہ وہ مسطح بن اثاثہ ؓ کی مالی امداد بند نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس کی مالی امداد نہ صرف بحال کر دی بلکہ زیادہ کر دی۔ اس

سے معلوم ہوا کہ کسی اختلاف کی وجہ سے غریب کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینا درست نہیں۔ کیونکہ یہ مالی امداد اللہ کی رضا کے لیے ہوتی ہے جس کی بروقت ضرورت ہے۔

رشتہ داروں میں آپس میں کبھی ناراضی بھی ہو جاتی ہے جو آپس کے تعلقات کو متاثر کرتی ہے۔ مگر اس سے صلہ رحمی کا حق متاثر نہیں ہونا چاہیے بلکہ صلہ رحمی کی اہمیت تو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک شخص نے عرض کی حضور ﷺ میرے کچھ رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں، وہ مجھ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ میں اُن سے حسن سلوک کرتا ہوں، وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ صلہ سے پیش آتا ہوں، وہ میرے ساتھ جہالت کا سلوک کرتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہ تو نے کہا ہے تو گویا تو انہیں گرم راکھ پھنکھار رہا ہے اور جب تک تو اس پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے خلاف ایک مددگار تیرے ساتھ رہے گا۔ اسی طرح جب آپؐ سے کسی نے شکایت کی کہ میرے رشتہ دار مجھ سے برا سلوک کرتے ہیں جبکہ میں اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہوں تو اس پر آپؐ نے فرمایا کسی کے حسن سلوک کے جواب میں حسن سلوک کرنا تو اچھا ہے لیکن قابل قدر حسن سلوک وہ ہے جو اس شخص کے ساتھ کیا جائے جو بدسلوکی کرتا ہو۔

یہ انسان کی کمزوری ہے کہ وہ دوسروں کی طرف سے بدسلوکی کو تو محسوس کرتا ہے مگر کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ اپنے عمل کا جائزہ لے کہ اس کا اپنا سلوک کیا ہے۔ اگر انسان اس سلسلہ میں اپنا محاسبہ کرے تو یہ خیال اس کی اصلاح کا باعث بن جائے گا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی دوست کو بھائی بنالیتا ہے اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے حالانکہ اس کا حقیقی بھائی اس کے حسن سلوک کا زیادہ مستحق ہے بھائی تو وہی ہوتا ہے جو ماں جایا ہو۔ ہر کسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اچھا ہے مگر رشتہ دار کو اس سلسلہ میں نظر انداز کرنا مستحسن نہیں۔ بدسلوکی تو کسی کے ساتھ اچھی نہیں خواہ وہ اپنا ہو یا پرایا۔ واقف ہو یا ناواقف۔ کسی دوست کو بھائی بنالینا یا کسی عزیزہ کو بہن بنالینا صرف منہ کی باتیں ہیں۔ حقوق کی ادائیگی صرف رشتہ داروں کے لیے لازم ہے۔

۞۞۞

اصلاحی نظم

بڑھتی رہے خدا کی محبت خداکرے

کلام محمود

بڑھتی رہے خدا کی محبت خداکرے
توحید کی ہو لب پہ شہادت خداکرے
پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خداکرے
حاکم رہے دلوں پہ شریعت خداکرے
مٹ جائے دل سے زنگ رذالت خداکرے
مل جائیں تم کو زہد و امانت خداکرے
بڑھتی رہے ہمیشہ ہی طاقت خداکرے
مل جائے تم کو دین کی دولت خداکرے
ٹل جائے جو بھی آئے مصیبت خداکرے
منظور ہو تمہاری اطاعت خداکرے
سن لے ندائے حق کو یہ اُمت خداکرے
چھوٹے کبھی نہ جامِ سخاوت خداکرے
راضی رہو خدا کی قضا پر ہمیش تم
احسان و لطف عام رہے سب جہان پر
گہوارۂ علوم تمہارے بنیں قلوب
بدیوں سے پہلو اپنا بچاتے رہو مدام
سننے لگے وہ بات تمہاری بذوق و شوق
اخلاص کا درخت بڑے آسمان تک
پھیلاؤ سب جہان میں قول رسولؐ کو
پایاب ہو تمہارے لیے بحرِ معرفت
اُٹھتا رہے ترقی کی جانب قدم ہمیش
تبلیغ دین و نشرِ ہدایت کے کام پر
سایہ فگن رہے وہ تمہارے وجود پر
زندہ رہیں علوم تمہارے جہان میں
سو سو حجاب میں بھی نظر آئے اُس کی شان
ہر گام پر فرشتوں کا لشکر ہو ساتھ ساتھ
قرآن پاک ہاتھ میں ہو دل میں نور ہو
دجال کے بچھائے ہوئے جال توڑ دو
پرواز ہو تمہاری نہ افلاک سے بلند
بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
قائم ہو پھر سے حکم محمدؐ جہان پر
تم ہو خدا کے ساتھ خدا ہو تمہارے ساتھ
اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ

حاصل ہو تم کو دید کی لذت خداکرے
ایمان کی ہو دل میں حلاوت خداکرے
سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خداکرے
حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خداکرے
آجائے پھر سے دورِ شرافت خداکرے
مشہور ہو تمہاری دیانت خداکرے
جسموں کو چھو نہ جائے نقاہت خداکرے
چمکے فلک پہ تارۂ قسمت خداکرے
پہنچے نہ تم کو کوئی اذیت خداکرے
مقبول ہو تمہاری عبادت خداکرے
پکڑے بزور دامن ملت خداکرے
ٹوٹے کبھی نہ پائے صداقت خدا کرے
لب پر نہ آئے حرفِ شکایت خداکرے
کرتے رہو ہر اک سے مروت خداکرے
پھٹکے نہ پاس تک بھی جہالت خداکرے
تقویٰ کی راہیں طے ہوں بعُجلت خداکرے
دنیا کے دل سے دور ہو نفرت خداکرے
بڑھتی رہے تمہاری ارادت خداکرے
حاصل ہو شرق و غرب میں سطوت خداکرے
کھل جائے تم پہ رازِ حقیقت خداکرے
ٹوٹے کبھی تمہاری نہ ہمت خدا کرے
مائل رہے تمہاری طبیعت خدا کرے
شامل رہے خدا کی عنایت خدا کرے
پائندہ ہو تمہاری لیاقت خدا کرے
تم کو عطا ہو ایسی بصیرت خدا کرے
ہر ملک میں تمہاری حفاظت خدا کرے
مل جائے مومنوں کی فراست خدا کرے
حاصل ہو تم کو ایسی ذہانت خدا کرے
پیدا ہو بازوؤں میں وہ قوت خدا کرے
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوت خدا کرے
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے
ہوں تم سے ایسے وقت میں رخصت خداکرے
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

(مرسلہ: نعیم اختر عدنان)

پنہاں نہیں جو اسرار خدا دیکھ رہا ہے!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

عقل کی جولانیوں کو لگام دے کر ایک مہینہ مرشد اولین کی سپردگی میں دیے روح کی زندگی کا سروسامان فراواں کیا جاتا ہے۔ عقل ودل ونگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق، عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات! اللہ نے یہ دنیا یونہی الل ٹپ نہیں بنائی۔ ایک زبردست بے چوک کامل اکمل روحانی نظام ہے۔ عقیدۂ توحید رب تعالیٰ نے وعدۂ الست (دنیا میں آنے سے پہلے اللہ کے روبرو گواہیِ حق) کے ذریعے ہر انسان کے خون کے ایک ایک قطرے اور ڈی این اے میں پیوست کر دیا۔ اعلیٰ ترین تہذیب، روحانی نظامِ تعلیم وتربیت، انسانی قیادت تیار کرنے کا سامان فراواں کیا۔ انبیاء ورسل کے بعد ان کے پیغام کو آگے لے کر چلنے والی امتیں اور ان کا سال بھر سامانِ تربیت۔ ہم ایک دورۂ تربیت سے ہو کر ابھی گزرے نہیں اور آگے لبیك اللھم لبیك کی خنک پکار دھیمی دھیمی سنی جاسکتی ہے۔ اپنے مرکزِ وجود اللہ کے گھر کا طواف اور ...... اے خنک شہرے کہ آنجا دلبراست کی تڑپ، اہلِ دل کی زندگی میں روشنی بھر دیتی ہے!

رمضان بھرپور ساز وسامانِ تزکیہ اور ہر فرد کے لیے بقدر ہمت انعامات تحائف لٹاتا اب سمت چلا۔ ایک احتسابی نگاہ خود پر، اسٹاک ٹیکنگ، کیا پایا کہاں سنبھالا تاکہ سال بھر کام آسکے۔ رمضان کے پھل: تقویٰ ...... خدا خوفی، دیکھے جانے کی فکر ہر بن مو میں اتر آئے۔ ہر دائرۂ زندگی میں روشنی بھر دے۔ آج کی دنیا میں جا بجا انتباہی نوٹس لگا رکھتے ہیں کہ 'کیمرے کی آنکھ آپ کو دیکھ رہی ہے۔' ماہ رمضان روح کی دنیا کے قیمتی احساسات کی بیداری، قوت کا مہینہ ہے۔ نعیم صدیقی مرحوم کی کیا خوبصورت یاددہانی اندر کی دنیا کے ہر دروازے کو کھٹکھٹا کر بے عیب بے مثال البصیر، الخبیر، العلیم دیکھنے والے کا پتا دیتی ہے: 'اے دانش عیار خدا دیکھ رہا ہے۔ اور پھر ہر حس کو مخاطب کرتے جاتے ہیں۔ اے خواہش سرشار، اے قلب فسوں کار، اے دیدۂ پرکار، ہنگامۂ افکار، پنہاں ہیں جو اسرار، اے مرور یا کار، غایت گفتار، جذبہ بیدار، کیا جیت ہے کیا ہار ...... خدا دیکھ رہا ہے۔' اور یہی غایت رمضان ہے کہ ہر حس تقوے میں بھیگ جائے۔ اللہ کا قرب، اس کی محبت، اسی کا خوف، بے عیب خالق وپروردگار کی غلامی وفرمانبرداری! اس کی کبریائی کی عظمتوں کا رویں رویں میں سما جانا اور اس کا پرچارک بن جانا۔ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون۔ اللہ کی کبریائی کا اظہار واعتراف اور سراپا شکر گزاری ہو جانا۔ قریب ومجیب (دعاؤں کا سننے اور جواب دینے والے) کی راہ پا جانا۔ یہ اعتقاد رمضان کے شب وروز ہمارے اندر اتارتے ہیں کیونکہ ہم آج کی لاعلم روحانی جاہلیت میں ڈوبی دنیا میں حق کی واحد آواز، روشنی اور امید کی واحد کرن ہیں۔ بھولی بھٹکی دنیا کو راستہ دکھانے پر مامور انبیاء کے وارث ہمی ہیں۔ وہ راستہ ایک ہی ہے۔ باقی سب بھول بھلیوں کے بھٹکاوے ہیں۔ صراطِ مستقیم! وہ توسط اور اعتدال کی شاہراہ عظیم جس پر رب تعالیٰ خود ہے۔ ان ربی علی صراط مستقیم۔ بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

وہی راستہ جس کی طلب، تڑپ، تمنا قرآن کے پہلے صفحے پر رکھ دی۔ نماز کی ہر رکعت کا جزو بنادی۔ جس پر چلنے والا، جسے پالینے والا ہر گمراہی، غضب ناکی، رنج والم، دھوکے فریب سے بچ کر لاخوف علیھم ولاھم یحزنون میں شامل ہو جاتا ہے۔ انہیں کسی خوف اور رنج کا سامنا نہ ہوگا ..... دنیا وآخرت کی کامیابی کی شاہ کلید۔ قطرے برابر دنیاوی زندگی کی کلفتیں بھی چھٹ کر قلبی روحانی سکینت پائیں گی اور آگے لامنتہا بحر بے کنار سی زندگی کی ابدی بے مثل راحتیں! اسی صراط مستقیم پر محمد ﷺ اپنے پیش رو انبیاء کی نبوت کی تکمیل کا اعزاز لیے ہوئے ہیں۔ 'یٰسین۔ قسم ہے قرآن حکیم کی کہ تم یقیناً رسولوں میں سے ہو، سیدھے راستے (صراطِ مستقیم) پر ہو، غالب اور رحیم ہستی کے نازل کردہ قرآن (کے حامل)۔ (یٰسین: 1 تا 5)

یہ راستہ کس کا ہے، دکھا کون رہا ہے؟' (محمدؐ) یقیناً تم سیدھے راستے (صراطِ مستقیم) کی طرف رہنمائی کر رہے ہو، اس اللہ کے راستے کی طرف جو زمین وآسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔ خبردار رہو، سارے معاملات اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔" (الشوریٰ: 53،52) فیصلے اللہ کے ہاں ہوتے ہیں، ہم دنیا والوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہیں! پڑھتے جائیے۔ قرآن مسلسل صراطِ مستقیم پر جب رہنمائی دیتا جاتا ہے، انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین کا عظیم راستہ، شاہراہِ کامیابی، تو اپنی خوش نصیبی پر ہزاروں سجدے تڑپ اٹھتے ہیں جبینِ نیاز میں! دنیا کے 7 ارب انسانوں میں سے چن کر نکالے گئے دو ارب سے زائد مسلمان! مقصد وجود؟ حامل قرآن، وارثین نبوت، پوری لاعلم جہل میں غرق انسانیت کو اللہ سے جوڑ کر، اس کی راہ دکھا کر ہر شعبۂ زندگی کی اصلاح۔ زمین کو جنت نظیر بنا دینا۔ یہ صرف پاکستان نہیں جو 'مخمصستان' بنا ہوا ہے۔ پورا گلوب ہی مخمصوں کا گہوارہ ہے۔ سرا ہاتھ نہیں آتا۔ انسان حیران ویران تاریکیوں میں ڈوبا سنسناتا پھر رہا ہے اور علاج کا آبِ حیات، آبِ نشاط انگیز لیے ہم خزانے پر سانپ بنے بیٹھے ہیں۔ ہر شعبۂ زندگی سے شر مٹا کر خیر، فساد کی جگہ اصلاح، فتنے کی جگہ سکینت بھری فلاح بھری دنیا ہمارے ذمہ ہے۔ نسخۂ شفا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ دلوں (بے تاب بیمار، مضطرب ڈیپریشن کی ماری روحوں) کے امراض کی شفا، ہدایت ورحمت، اللہ کا فضل ومہربانی، بے مثل زندگی کا نسخہ ..... قرآن! (یونس: 58،57) رمضان اسی نصاب کی پختگی کرواتا ہے شب وروز کے اوقات میں۔ آخری دس دن رات میں۔ اس کے صفحات پر انسانیت کی مستند ترین تاریخ گویا کوزے میں بند ہے۔ خالق ومالک کی پہچان، مقصد زندگی، ہماری شناخت، زندگی کے سفر کی منزلیں اور انجام۔ معرکہ ہائے خیر وشر۔ دشمن کی پہچان۔ تہذیب وتربیت نفس۔ باثمر زندگی کا نسخہ انسانی رشتوں کو برتنے کا سلیقہ۔ حکمت ودانائی۔ بین الملی وبین الاقوامی امور پر رہنمائی، عدل وانصاف، پاکیزہ مبنی بر انصاف دولت برتنے کے اصول وضوابط۔ تقسیم دولت کے بے مثل اصول۔ انسانوں پر کامل انصاف سے رہنمائی دینے والے رب کی کتاب۔ اسے بر سرِ زمین عمل میں لانے والا کریم نبی ورسول، انسان کامل! 'تمہارا نقصان میں پڑنا جس پر شاق ہے۔ تمہاری فلاح کا وہ حریص ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے وہ شفیق اور رحیم ہے۔' (التوبہ: 128)

ہماری خوش نصیبی کو الفاظ کے موتیوں میں یوں پرو یا گیا: یارب تو کریمی ورسول تو کریم، صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم! کہاں بندۂ مومن کی یہ کیفیت اور کہاں اس سے منہ موڑے سیاسی گھڑمسوں میں مارا پھرتا پاکستان۔

اللہ ہمیں ہمہ گیر رہنمائی میں (انسانی تاریخ کی روشنی میں سب دکھا کر) حکم دیتا ہے کہ جن لوگوں پر اللہ غضب ناک ہوا ان کی نافرمانیوں کی بنا پر ان سے دوستی نہ کرو۔ (الممتحنہ)، انہیں اپنا جگری دوست، رازدار نہ بناؤ۔ ان کے دلوں کے بغض سے ہمیں مطلع کرتا ہے اور ان کے سینوں میں چھپی دشمنی سے آگاہ کرتا ہے۔ (آل عمران) مگر ہم ہیں کہ اسی کوئے ملامت کے طواف جاری رکھتے ہیں۔ اندازہ کیجیے کہ پی ٹی آئی، امریکی نائب صدر کے آگے شکووں کا پٹارا کھولے پاکستان کی شکایات لگا رہی ہے۔ کہیں زلمے خلیل زاد جیسے تنکے کا سہارا لے رہی ہے جو خود اپنی سرزمین پر قدم رکھنے کے لائق بھی نہیں اور امریکا میں بھی بے وقعت ہو چکا ہے۔ اس ماہ مبارک میں جب مغفرت، رحمت اور فضل ربی کے سارے خزانے کھلے، رب پکار رہا تھا......

"(اے نبی) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے وہ تو غفور رحیم ہے۔ پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آ جائے اور پھر کہیں سے تمہیں مدد نہ مل سکے اور پیروی اختیار کرلو اپنے رب کی بھیجی ہوئی کتاب کے بہترین پہلو کی قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ الخ" (الزمر: 53 تا 55) آیات کا تسلسل آگے تک جھنجوڑ کر رکھ دینے والا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے راہرو منزل ہی نہیں

رحمتوں بھری شاہراہ چھوڑ کر اعلیٰ مناصب کے طالب (سیاست دان، عدلیہ، ہمہ نوع اشرافیہ) ہر بے فیض وادی کی خاک چھان رہے ہیں رمضان میں بھی رجوع الی اللہ سے کوسوں دور۔ اللہ نے یاد بھی دلایا: "لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔ اب جو لوگ اللہ کی بات مان لیں گے اور اس کی پناہ ڈھونڈیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت اور اپنے فضل و کرم کے دامن میں لے لے گا اور اپنی طرف آنے کا سیدھا راستہ ان کو دکھا دے گا۔" (النساء: 175) ہم عوام الناس، اللہ کے آگے ہی گڑگڑا سکتے ہیں کہ فکن انت ولینا بس تو ہی ہمارا والی بن جا اور ہمیں سیدھے راستے کی طرف لے جا... پاکستان پر رحم فرما! (آمین) ❁❁❁

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

حلقہ ساہیوال

❁ مقامی تنظیم پاکپتن: کے زیر اہتمام استقبال رمضان پروگرام مورخہ 13 مارچ 2023ء بروز پیر بمقام قرآن مرکز کینال ویو وز ہوتہ روڈ عارف والا میں منعقد ہوا۔ جس میں محترم جناب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے "رمضان، قرآن اور ہم" کو اپنا موضوع سخن بنایا۔ حاضری رفقاء: 25۔ حاضری احباب: 120۔ ❁ مقامی تنظیم ساہیوال: ساہیوال میں مقامی امیر محترم جناب عبداللہ سلیم نے جامع مسجد آصف وغیرہ میں بعد نماز عصر استقبال رمضان پروگرام کے حوالے سے اجتماع میں "رمضان، قرآن اور ہماری ذمہ داریاں" کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس پروگرام میں 15 رفقاء اور 18 احباب نے شرکت کی۔
❁ مقامی تنظیم وہاڑی: کے زیر اہتمام استقبال رمضان پروگرام مرکز تنظیم اسلامی وہاڑی میں 18 مارچ بروز ہفتہ بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ محترم جناب مولانا محمد اکرم مجاہد نے خطاب فرمایا۔ حاضری 15 رفقاء، 45 احباب اور 35 خواتین نے شرکت کی۔
❁ مقامی تنظیم حویلی لکھا: میں مقامی امیر محترم مولانا محمد اکرم مجاہد نے "رمضان، قرآن اور ہماری ذمہ داریاں" کے حوالے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ 10 رفقاء اور 50 احباب نے شرکت کی۔ (رپورٹ: امیر حلقہ ساہیوال ڈویژن، ملک لیاقت علی)

حلقہ اسلام آباد

❁ مقامی تنظیم اسلام آباد شمالی، اسلام آباد جنوبی، اسلام آباد شرقی، اسلام آباد غربی، چک شہزاد، کورنگ ٹاؤن، بارہ کہو، ایبٹ آباد، غوری ٹاؤن، ہری پور، مری اور ہمک، ماڈل ٹاؤن کے زیر اہتمام استقبال رمضان پروگراموں کا انعقاد کیا گیا۔ اس موضوع پر بعض مقامی مساجد میں بھی گفتگو کی گئی۔ بڑی تعداد میں رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ بعض مقامات پر خواتین کی باپردہ شرکت کا بھی اہتمام تھا۔ (رپورٹ: ناظم نشر و اشاعت اسلام آباد، ڈاکٹر اشرف علی)

حلقہ بہاول نگر کے زیر اہتمام سہ ماہی تربیتی اجتماع

حلقہ بہاول نگر کے زیر انتظام مرکز ہارون آباد میں 12 مارچ 2023ء بروز اتوار صبح 09:00 بجے سہ ماہی تربیتی اجتماع کا آغاز ہوا۔ اجتماع کی صدارت امیر حلقہ سجاد سرور نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری ناظم تربیت حلقہ بہاولنگر جناب افتخار احمد نے سرانجام دی۔

امام مسجد قاری حافظ محمد مظہر نے قرآن پاک کی تلاوت کی۔ اس کے بعد مقامی تنظیم مروٹ سے مدرس شمس الحق نے خطبہ شعبان پر درس حدیث دیا۔ پھر مقامی تنظیم چشتیاں کے امیر جناب محمد امین نوشاہی نے "روزہ، رمضان اور قرآن" کے موضوع پر درس قرآن کے حوالہ جات سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ سہ ماہی تربیتی اجتماع حلقہ بہاولنگر کی ترتیب میں رفقاء کو تربیتی اہداف پورے کرنے کے لیے بہاولنگر کے رفیق زین العابدین اور منفرد رفقاء سے شہزاد بھٹی جنہوں نے حال ہی میں مبتدی تربیتی کورس مکمل کیا تھا۔ رفقاء تنظیم کے سامنے اپنے اپنے تاثرات پیش کیے۔ ماشاءاللہ دونوں رفقاء نے اپنے تاثرات میں مبتدی تربیتی کورس سے دین کا فہم حاصل کیے جانے پر ذات باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے تمام رفقاء جن کا مبتدی تربیتی کورس ابھی رہتا ہے ان کو ترغیب و تشویق دلائی کہ رمضان کے فوری بعد ہمارے حلقہ بہاولنگر کے نزدیک ترین سٹیشن ساہیوال ڈویژن میں مبتدی تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے، تمام رفقاء ابھی سے اس تربیتی کورس میں شرکت کرنے کا مصمم ارادہ کرلیں۔

رفقاء کے تاثرات کے بعد چائے کا وقفہ ہوا۔ دوران وقفہ رفقاء تنظیم میں باہمی تعارف کا ماحول ایک اسلامی کنبہ و خاندان کی مثال بنا۔

چائے کے وقفہ کے بعد ملٹی میڈیا استعمال کے ذریعے حافظ انجینئر نوید احمد کی ویڈیو "مقابلے کا اصل میدان" کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد امیر حلقہ سجاد سرور نے اس سہ ماہی تربیتی اجتماع کے آخری سیشن میں اختتامی گفتگو کے انداز میں احسان اسلام کے تقاضے سے متعلق تکراری مطالعہ، تنظیمی رفقاء کے اہداف کی یاد دہانی و دہرائی بھی کروائی اور ماہانہ جائزہ رپورٹ کا تقابلی جائزہ پیش کیا۔

پروگرام میں 55 ملتزم، 64 مبتدی، 2 توجہ طلب رفقاء اور 30 احباب نے شرکت کی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور اس راستے میں ہماری تمام مشکلات کو اپنی رحمت و فضل سے آسان فرماتے ہوئے ہمیں خدمت دین کے لیے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین! (رپورٹ: محمد عامر)

O believers! Stand out firmly for Allah, as witnesses for the sake of justice, and let not the enmity of a people cause you to turn away from justice. Do justice, for that is closer to piety…. *(Al-Ma'ida 5:8)*

We have surely sent our messengers with clear signs (i.e., miracles and proofs), and sent with them the Book (i.e., revealed guidance) and the Balance (i.e., the *Shari'ah*), so that mankind may stand by justice…. *(Al-Hadeed 57:25)*

The above verses of the Qur'an make it clear that the four fundamental principles of Islamic polity are righteousness, piety, justice, and fairness. The sole aim before a truly Islamic society should be to achieve these so that people live in peace and harmony.

Ref: An excerpt from the English translation of the Book قرآن اور امن عالم by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "The Qur'an and World Peace" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

رفقاء متوجہ ہوں ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن کمپلیکس، پیہونٹ نزد نیلور، اسلام آباد
(حلقہ اسلام آباد)'' میں
12 تا 14 مئی 2023ء (بروز جمعہ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)
نقباء کورس (نئے و متوقع نقباء کے لیے)
اور
مدرسین کورس (نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

نوٹ: مدرسین کورس کے لیے درج ذیل کتابچہ کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں۔
☆ قرآن کے نام پر اُٹھنے والی تحریکات اور ان کے بارے میں علماء کرام کے خدشات۔
اور
مدرسین ریفریشر کورس کا انعقاد ہو رہا ہے
نوٹ: مدرسین ریفریشر کورس کے لیے درج ذیل کتابچوں کے مطالعہ کا اہتمام فرمائیں۔ ☆ مطالباتِ دین
☆ تعارفِ تنظیم اسلامی میں سے حصہ دوم ''عقائد یا بنیادی دینی تصورات''
زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5309613 / 051-4866055 / 051-2751014
المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

إنا لله وإنا إليه راجعون دعائے مغفرت

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر بالا کے ملتزم رفیق اور نقیب اسرہ عالمگیر کی والدہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0345-4470863

☆ حلقہ جنوبی پنجاب منفرد اسرہ بدھلہ سنت ملتان کے رفیق محمد رفیق کی ہمشیرہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت: 0303-9883980

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم مردان کے رفیق محترم مسکین کی اہلیہ بقضائے الٰہی وفات پاگئی ہیں۔ برائے تعزیت: 0344-9644505

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُمْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

ضرورت سیکورٹی گارڈ

مرکزی اجتماع گاہ تنظیم اسلامی بہاولپور میں بطور سیکورٹی گارڈ رفیق تنظیم کی ضرورت ہے، جس کا اپنا لائسنس یافتہ اسلحہ ہو تر جیحاً فوج سے ریٹائرڈ۔
منجانب: اظہر بختیار خلجی، ناظم رابطہ قانونی وانتظامی امور،
دار الاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23-Km. ملتان روڈ چوہنگ، لاہور۔
فون: 78-35473375(042)

Socio-Political Peace and Well-Being

Human beings are gregarious by nature. Their relationships with each other assume the form of ever-widening circles. Starting from the interactions within the family nucleus, they develop to encompass clans, tribes, complex social systems, and political states. Quite logically, world peace lies in the amicability and cordiality of relations between these states because the world is, after all, nothing but a large multitude of these socio-cultural groups and states. The internal harmony of a single group bears the same analogy to the peace of the total world as the inner serenity (i.e., *Iman*) of a person bears to the external well-being (i.e., *Islam*). That is why Islam has put the greatest emphasis on social peace and political and economic justice. As delineated by the Holy Prophet (SAW), the character-traits of a Muslim individual, which is the basic unit of Muslim social polity, are the highest ideals of human character ever envisaged by any moral philosopher. One can well imagine the tranquility enjoyed at the social level by a community that is founded on such noble principles and whose members are so considerate, affectionate, and benevolent among themselves.

The Islamic social structure is established on the positive foundation of *Al-hubbfillah* — love for the sake of Allah (SWT) and in obedience to Him. Peace and well-being are its marks of distinction. That is why sincerity and companionship of two Muslims for the sake of Allah (SWT) is regarded by Him as the most excellent of religious virtues. This very attitude is amply reflected in the way people greet each other in the Islamic society by wishing each other peace and well-being. *Assalamo Alaikum* and *Wa Alaikum Assalam* are the cheering phrases constantly uttered and heard when Muslims meet and part with each other. The Holy Prophet (SAW) described these twin characteristics of a typical Islamic society in one of his sayings thus:

(O Muslims!) You will never enter Paradise unless you are believers. And you will never achieve genuine belief unless you love (and respect) each other. Shall I not tell you the way you can create love amongst yourselves? (That way lies in) frequently greeting each other with *salam*. *(Reported by Abu Hurairah and narrated by Muslim)*

A major portion of the Surah of the Holy Qur'an entitled Al-Hujurat, revealed in Madinah, contains meticulously detailed instructions that help to maintain social harmony and well-being. Respectful behavior towards the leader and elders, in manner, voice, and demeanor, are the bonds and cement of an organized community. Rumors should be tested and selfish impatience should be curbed by discipline. Scandal or slander of all kinds should be condemned. All quarrels and differences should be patched up and reconciled, by the force of the community, if necessary, but with perfect fairness and justice. Ridicule, taunts, and biting words should be avoided, whether the person spoken of is present or absent. Suspicion and spying are unworthy of believers. Mutual respect and confidence are a duty and a privilege in Islam. One can well imagine how much importance Islam assigns to social peace by enjoining upon Muslims to shun anything which corrodes it.

More than that, the Holy Qur'an delineates such golden principles of social and group life which cannot be found in any other religious book. For example:

...help one another in righteousness and piety, but do not help one another in sin and wickedness.... *(Al-Ma'idah 5:2)*

O believers! Stand out firmly for justice, as witnesses for the sake of Allah, even (if this may go) against yourselves, or your parents, or your kin....*(Al-Nisa 4:135)*

Vol: 32 Regd. No. C.P.L NO.114 No.17

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore